ماہنامہ

خواتین

دسمبر 2025ء/ جمادی الاخریٰ رجب المرجب 1447ھ

جلد: 04

شمارہ: 12

ویب ایڈیشن

اللّٰہ

فراڈ سے حفاظت کے لیے

بارگاہِ رسالت ﷺ میں ایک صاحب نے عرض کیا کہ میں خرید و فروخت میں دھوکا کھاجاتا ہوں، فرمایا: جب خرید و فروخت کرو تو کہہ دیا کرو:

لَا خِلَابَہ (یعنی دھوکا نہ ہو)۔

چنانچہ وہ صاحب یہ کہہ دیا کرتے تھے۔

(بخاری، 2/111، حدیث: 2407)

ہر کام کے لیے (وُہی ہوتا ہے جو منظورِ خدا ہوتا ہے)

دکان، مکان، کسی طرح کا سامان، گاڑی، قربانی کا جانور وغیرہ لینے یا بیچنے کیلئے جائیں یا کسی بھی کام کے لیے جائیں راستے میں لَاخِلَابَہ پڑھتے رہیں، اِن شآءَاللّٰہُ الکریم کامیابی حاصل ہوگی۔

اگر روزانہ اول آخر درود شریف کے ساتھ لَاخِلَابَہ 100 بار پڑھ لیا کریں اللہ پاک کے کرم سے رُکا ہوا کام ہو جائے گا۔

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد — اللّٰہ — یَا دِرمضانِ کریم

گھر میں جھگڑے ہوتے ہوں تو

یَاوَدُوْدُ یَاسَلَامُ

ہر نماز کے بعد 100 بار روزانہ پڑھیے۔

اِن شآءَاللّٰہُ الکریم گھر میں محبت بھری فضا قائم ہو گی۔

(اوّل آخر ایک بار دُرود پاک پڑھنا ہے، تا حصولِ مراد وظیفہ جاری رکھنا ہے)

روحانی علاج — اللّٰہ — اللہ چاہے تو ہی شفا ملے۔

ہائی بلڈ پریشر کے مریض

روزانہ ہر نماز کے بعد کپڑے کے اوپر سے ناف پر ہاتھ رکھ کر 66 مرتبہ پڑھیں:

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْم

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم

(اوّل آخر ایک بار درود پاک)

اللہ کریم کی رحمت سے صحت ملے گی۔

(مدت: تا حصولِ شفا)

اللّٰہ

غُربَت کا روحانی علاج

فرمانِ آخری نبی صَلَّی اللّٰہ علیہ والہٖ وسلَّم

جو روزانہ 100 مرتبہ

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِیْن

پڑھے وہ دنیا میں محتاجی (یعنی غربت و تنگدستی) سے بچے گا، اُسے قبر میں گھبراہٹ نہ ہو گی اور اُس کے لیے جنّت کے دروازے کھول دیئے جائیں گے۔

(دیکھئے: شرح الصدور (اردو)، ص 285 مکتبۃ المدینہ)

صَلُّوا عَلَی الْحَبِیب صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی مُحَمَّد

فہرست

سلسلہ	مضمون	مصنفہ	صفحہ
حمد و نعت	منقبت و کلام	شعبہ ماہنامہ خواتین	2
قرآن و حدیث			
شرحِ حدیث	سوتیلے رشتوں کا مقام اور ہمارا رویہ	محترمہ بنتِ کریم مدنیہ عطاریہ	3
ایمانیات و عبادات			
عبادات	جُمادی الاخریٰ کی عبادات	محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ	5
فیضانِ سیرت			
اخلاقِ نبوی	حضور کی مولیٰ علی سے محبت	(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ یعفور رضا عطاریہ / محترمہ بنتِ ذوالفقار انور	7
معجزاتِ انبیا	حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات (آخری قسط)	شعبہ ماہنامہ خواتین	10
ازواجِ انبیا	سیدہ زینب بنتِ جحش (قسط2)	شعبہ ماہنامہ خواتین	14
بزرگ خواتین کے سبق آموز واقعات	اعلیٰ صفات	محترمہ ام سلمہ مدنیہ عطاریہ	16
فیضانِ بزرگانِ دین			
فیضانِ اعلیٰ حضرت	شرح قصیدۂ معراجیہ (قسط7)	محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ	17
فیضانِ امیرِ اہلِ سنت	(پیغام بنتِ عطار) 63 نیک اعمال (نیک عمل نمبر36)	محترمہ بنتِ عطار باجی	19
	شرح شجرۂ قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ (قسط3)	محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ	21
	مدنی مذاکرہ	امیرِ اہلِ سنت	22
اسلام اور خواتین			
	بیٹیوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کریں؟	محترمہ ام میلاد عطاریہ	24
علم نور ہے			
حصولِ علمِ دین کی رکاوٹیں	بری عادتیں (قسط16)	محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ	26
دار الافتاء اہلسنت			
شرعی رہنمائی		مفتی محمد قاسم عطّاری	28
اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل		مفتی محمد قاسم عطّاری	30
رسم و رواج			
	میت کی رسومات (قسط6)	محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ	31
اخلاقیات			
جنت میں لے جانے والے اعمال	صلح کروانا	محترمہ ام انس عطاریہ	33
جہنم میں لے جانے والے اعمال	جھگڑا کروانا	(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ یعفور رضا عطاریہ / محترمہ بنتِ محمد آصف اقبال	35
فیضانِ دعوتِ اسلامی			
نئی لکھاری	بچوں کی موبائل سے جان کیسے چھڑائیں؟	(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ مدثر	37
اسلامی فلکیات	قبلتین		39
فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کی جھلکیاں	درس نظامی (عالمہ) کورس کا تعارف		40

چیف ایڈیٹر
مولانا ابو الابصار قادری

سینئر معاون
مولانا ابو زین العابدین عطاری مدنی

شرعی تفتیش: مولانا مفتی محمد انس رضا عطاری مدنی
دار الافتاء اہلِ سنت (دعوتِ اسلامی)

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور
(صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net
صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی

منقبت و کلام

منقبت

یقیناً منبعِ خوفِ خدا صدیقِ اکبر ہیں

یقیناً منبعِ خوفِ خدا صدیقِ اکبر ہیں
حقیقی عاشقِ خیر الوریٰ صدیقِ اکبر ہیں

بلا شک پیکرِ صبر و رِضا صدیقِ اکبر ہیں
یقیناً مخزنِ صدق و وفا صدیقِ اکبر ہیں

جو یارِ غارِ محبوبِ خدا صدیقِ اکبر ہیں
وہی یارِ مزارِ مصطفےٰ صدیقِ اکبر ہیں

عمر سے بھی وہ افضل ہیں وہ عثماں سے بھی ہیں اعلیٰ
یقیناً پیشوائے مُرتضیٰ صدیقِ اکبر ہیں

ہلاکت خیز طغیانی ہو یا ہوں موجیں طوفانی
نہ ڈوبے اپنا بیڑا ناخدا صدیقِ اکبر ہیں

گناہوں کے مرض نے نیم جاں ہے کر دیا مجھ کو
طبیب اب بس مرے تو آپ یا صدیقِ اکبر ہیں

نہ ڈر عطار آفت سے خدا کی خاص رحمت سے
نبی والی ترے، مشکل کُشا صدیقِ اکبر ہیں

از: امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ
وسائلِ بخشش (مرمّم)، ص565

کلام

عجب رنگ پر ہے بہار مدینہ

عجب رنگ پر ہے بہارِ مدینہ
کہ سب جنّتیں ہیں نثارِ مدینہ

مبارک رہے عندلیبو! تمہیں گُل
ہمیں گُل سے بہتر ہیں خارِ مدینہ

ملائک لگاتے ہیں آنکھوں میں اپنی
شب و روز خاکِ مزارِ مدینہ

رہیں ان کے جلوے بسیں ان کے جلوے
مرا دل بنے یادگارِ مدینہ

دو عالم میں بٹتا ہے صدقہ یہاں کا
ہمیں اک نہیں ریزہ خوارِ مدینہ

بنا آسماں منزلِ ابنِ مریم
گئے لامکاں تاجدارِ مدینہ

شرف جن سے حاصل ہوا انبیا کو
وہی ہیں حسنؔ افتخارِ مدینہ

از: برادرِ اعلیٰ حضرت مولانا حسن رضا خان رحمۃ اللہ علیہ
ذوقِ نعت، ص212

سوتیلے رشتوں کا مقام اور ہمارا رویہ

محترمہ بنتِ کریم مدنیہ عطاریہ (شعبہ ٹیچر ٹریننگ ڈیپارٹمنٹ مجلس جامعۃ المدینہ گرلز)

ام المومنین حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: میں نے بارگاہِ رسالت میں عرض کی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! میں ابو سلمہ کے (یتیم) بچوں پر خرچ کروں تو کیا مجھے اجر ملے گا؟ میں انہیں ادھر ادھر نہیں چھوڑ سکتی، وہ میرے بھی بچے ہیں۔ ارشاد فرمایا: ہاں! جو تو ان پر خرچ کرے گی تجھے اس کا اجر ملے گا۔[1]

شرحِ حدیث

اُمُّ المومنین حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کے نکاح میں آنے سے پہلے حضرت ابو سَلَمہ رضی اللہ عنہ کے نکاح میں تھیں۔ حکیمُ الاُمّت مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ان کی وفات کے بعد حضورِ انور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کی زوجیت سے مشرف ہوئیں۔ حضرت ابو سَلَمہ رضی اللہ عنہ کی کچھ اولاد دوسری بیوی سے تھی جو حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کی سوتیلی اولاد تھی۔ عمر اور زینب اور کچھ اولاد خود حضرت اُمّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے تھی یعنی محمد، دُرّہ۔ یہاں سوال سوتیلی اولاد کے متعلق ہے، ورنہ آپ بنی ابی سلمہ نہ فرماتیں۔ مزید حضور کے فرمان: **ہاں! جو تو اُن پر خرچ کرے گی تجھے اُس کا اجر ملے گا،** کے تحت فرماتے ہیں: کیونکہ وہ یتیم بھی ہیں اور تمہارے عزیز ترین بھی، ان پر خرچ کرنا یتیم کو پالنا بھی ہے اور عزیز کا حق ادا کرنا بھی، اپنے فوت شدہ خاوند کی روح کو خوش کرنا بھی۔[2]

معلوم ہوا! ہماری بزرگ خواتین ایمان و ایثار کی اعلیٰ مثال تھیں۔ شوہر کے انتقال کے بعد وہ اس کی پہلی بیوی کی یتیم اولاد کو بے سہارا چھوڑ دینا گوارا نہ کرتیں، نہ ان پر "سوتیلا" یا "پرایا" ہونے کا داغ لگاتیں، بلکہ محبت و شفقت کے ساتھ ان کے سر پر **اپنی اولاد** کا تاج رکھ دیتیں۔ وہ ان بچوں کی پرورش کو اپنی ذمہ داری سمجھتیں، انہیں عزت، محبت اور تحفظ دیتیں، تاکہ ان کے مرحوم شوہر کی روح خوش ہو اور ربِّ کریم کی رضا حاصل ہو۔ یہی وہ خالص نیتیں اور نبوی تعلیمات پر عمل تھا جس نے ان کے گھروں کو برکت، سکون اور رحمت کا گہوارہ بنا رکھا تھا۔ افسوس! آج کے دور میں یہی سوتیلے اور یتیم رشتے ظلم و جبر کا شکار ہیں۔ شفقت کے بجائے لاپروائی، تربیت کے بجائے تشدد اور محبت کے بجائے نفرت کا ماحول قائم ہو گیا ہے۔ مزید افسوس کہ بعض اوقات سوتیلے رشتوں کے بارے میں پائی جانے والی منفی باتیں صرف غلط فہمیاں نہیں ہوتیں بلکہ خود ان رشتوں کے رویے ان باتوں کو سچ ثابت کر دیتے ہیں۔ خاص طور پر بعض سوتیلی مائیں اپنی سوتیلی اولاد کے ساتھ وہی محبت، شفقت اور انصاف نہیں کرتیں جو وہ اپنی اولاد کے ساتھ کرتی ہیں۔ وہ انہیں بنیادی حقوق، عزت اور توجہ سے محروم رکھتی ہیں، معمولی باتوں پر طعن و تشنیع اور سختی کرتی ہیں، یہاں تک کہ کبھی کبھار ظلم و تشدد کی انتہا تک پہنچ جاتی ہیں۔ ایسے ہی واقعات میں سے ایک دردناک واقعہ حیدر آباد کا ہے جہاں ایک سوتیلی ماں نے اپنی پانچ سالہ بچی کو بے رحمی سے مار کر موت کے گھاٹ اتار دیا۔ یہ واقعہ نہ صرف ظلم و بربریت کی ایک خوفناک مثال ہے بلکہ اس بات کی تلخ یاد دہانی بھی ہے کہ سوتیلے رشتوں کو بھی عدل، رحمت اور انسانیت کے تقاضے پورے کرنے ہوں گے۔

آج ہمارا معاشرہ ایسے واقعات سے بھرا پڑا ہے جن میں

سوتیلی ماؤں کا ظالمانہ رویہ معصوم بچوں کی زندگیوں کو اجیرن بنا رہا ہے۔ جب ماں کا سایہ ظلم میں بدل جائے تو بچوں کا حوصلہ دم توڑ دیتا ہے، وہ جھوٹ بولنے لگتے ہیں، ان کے دلوں میں منافقت اور بد اعتمادی گھر کر لیتی ہے، خوشیاں رخصت ہو جاتی ہیں، احساسِ کمتری ان کی شخصیت کو گھیر لیتا ہے، ذہنی نشو و نما رک جاتی ہے اور وہ بغاوت کی راہ پر چل پڑتے ہیں۔ ایسے ہی بچے بعض اوقات طیش میں آکر اپنی سوتیلی ماں سے بدسلوکی کرتے ہیں یا قتل تک نوبت پہنچ جاتی ہے، یا پھر ناراض ہو کر گھر چھوڑ دیتے ہیں۔ یہی مظلوم جانیں بعد میں منشیات فروشوں، مجرموں یا ملک دشمن عناصر کے ہتھے چڑھ جاتی ہیں، جو ان سے چوری، گداگری، جسم فروشی اور اعضا فروخت کرنے جیسے جرائم کرواتے ہیں۔

افسوس! معاشرہ بھی ان رشتوں کو بگاڑنے میں اپنا حصہ ڈالتا ہے۔ مثلاً: کوئی ماں کے کان بھرتا ہے کہ یہ بچے تمہارے نہیں بنیں گے، تو کوئی بچوں کو ورغلا کر سوتیلی ماں کے خلاف بھڑکاتا ہے۔ اس طرح کی میٹھی دشمنی شیطانی چال ہے جو خاندانوں کو تباہ کر دیتی ہے۔ اس کے برعکس، اسلامی معاشرے کی خوبصورتی یہ ہے کہ جہاں قرآن و سنت کی تعلیمات کو اپنایا جائے، وہاں سوتیلی ماں سگی ماں جیسی اور سوتیلا باپ حقیقی باپ کی طرح بن جاتا ہے۔ ایسے گھروں میں رحمت، شفقت اور محبت کے پھول کھلتے ہیں۔ جو لوگ دوسروں کی اولاد کو بھی اپنی اولاد کی طرح چاہتے ہیں، ان پر اللہ پاک کی رحمت اور حضور کی سنت کی برکت نازل ہوتی ہے۔ دورِ رسالت اور دورِ صحابہ و صحابیات میں سوتیلے رشتوں کی ایسی روشن مثالیں ملتی ہیں کہ انسان پڑھ کر عشقِ مصطفوی کے نور میں سرشار ہو جاتا ہے اور سمجھ آتا ہے کہ **اسلام میں سوتیلا پن نہیں، صرف رشتۂ محبت ہے۔**

سوتیلے رشتوں میں رحمتِ مصطفوی کی جھلک: اسلام نے سوتیلے اور منہ بولے رشتوں کو نفرت نہیں، محبت اور شفقت کا درجہ دیا ہے، اور اس کی بہترین مثال حضور کی سیرت ہے۔

حضرت زید بن حارثہ غلام تھے، ام المومنین سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا نے انہیں حضور کی خدمت میں ہدیہ کے طور پر پیش کیا۔ جب ان کے والد اور چچا فدیہ لے کر لینے آئے، تو حضور نے انہیں اختیار دیا کہ چاہیں تو اپنے گھر چلے جائیں، مگر حضرت زید نے عرض کی: میں حضور کو چھوڑ کر کسی کو اختیار نہیں کر سکتا، آپ میرے لیے باپ اور چچا دونوں کے درجہ میں ہیں۔ یہ سن کر حضور نے ارشاد فرمایا: گواہ رہو! زید میرا (منہ بولا) بیٹا ہے۔[3] یوں محبتِ مصطفوی نے غلامی کو عزت اور روحانی قرابت میں بدل دیا۔ اسی طرح حضور کے سوتیلے بیٹے عمر بن ابو سلمہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں: میں بچہ تھا، ہاتھ کھانے کے پیالے میں اِدھر اُدھر پھیرتا تھا، تو حضور نے فرمایا: بیٹا! اللہ پاک کا نام لے کر سیدھے ہاتھ سے اور اپنے سامنے سے کھایا کرو۔[4] یہ تعلیم و تربیت کا وہ بہترین انداز ہے جس میں باپ کی مہربانی جھلکتی ہے۔

ام المومنین سیدہ عائشہ صدیقہ اور خاتونِ جنت رضی اللہ عنہما کے تعلق میں وہ والہانہ محبت تھی گویا کہ حقیقی ماں بیٹی ہوں۔ سیدہ عائشہ فرماتی ہیں کہ حضور نے ایک مرتبہ سیدہ فاطمہ سے سرگوشی کی جس پر وہ رو پڑیں، پھر دوسری سرگوشی کی تو مسکرا دیں۔ بعدِ وصالِ مصطفےٰ انہوں نے بتایا کہ پہلی بار حضور نے اپنے وصال کی خبر دی، دوسری بار فرمایا کہ کیا تم راضی نہیں کہ جنتی عورتوں کی سردار بنو؟[5] یہ منظر محبت، ادب اور روحانی رشتوں کی ایسی تصویر پیش کرتا ہے جو صرف **نورِ مصطفوی** کے ماحول میں نظر آتی ہے۔ اسلام ہمیں سکھاتا ہے کہ اگر حضور نے غلام، منہ بولے بیٹے اور سوتیلے بچوں سب سے شفقت فرمائی، تو ہمیں بھی اپنے گھروں میں **سوتیلے رشتوں کو محبت، عدل اور خیر خواہی** کے سائے میں پروان چڑھانا چاہیے۔ یہی **حضور کی سنت** اور معاشرتی سکون کا راز ہے۔

---

1 مسلم، ص389، حدیث:2320 2 مراۃ المناجیح، 3/118 3 اصابہ، 2/495، 496 4 بخاری، 3/521، حدیث:5376 5 بخاری، 2/507، 508، حدیث: 3623، 3624

Go To Index

جُمادَی الاُخریٰ کی عبادات

محترمہ ام غزالی مدنیہ عطاریہ
شعبہ ذمہ دار ماہنامہ خواتین

اسلامی سال کا چھٹا مہینا جُمادَی الاُخریٰ ہے اور یہی اس کا صحیح تلفظ بھی ہے، جُمادی الثانی نہیں جیسا کہ عوام میں مشہور ہے۔ کیونکہ ثانی (دوسرا) وہ ہوتا ہے جس کا ثالث (تیسرا) ہو جب ثالث نہیں تو ثانی فحش غلطیوں میں شمار ہو گا۔[1]

جُمادَی الاُولیٰ کی طرح اسے بھی عوام کے علاوہ پڑھے لکھے اہلِ علم بھی جُمادَی الثانی پڑھتے لکھتے ہیں جو سراسر غلط اور نہایت غلط ہے۔ جُمادی جماد سے ہے جس کے معنیٰ ٹھہرے ہوئے اور جمے ہوئے برف کے ہیں اس کی وجہ یہ ہے کہ ان دونوں کے نام رکھتے وقت ایسا موسم تھا جس میں پانی جم جاتا تھا اس لیے پہلے کا نام جُمادی الاُولیٰ اور دوسرے کا نام جُمادی الاُخریٰ ٹھہرا۔[2]

ہمارے بزرگانِ دین موسمِ سرما کی آمد پر خوش ہوتے اور اسے عبادت میں اضافے کا موسم قرار دیتے جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ موسمِ سرما کی آمد پر فرماتے: سردی کو خوش آمدید، اس میں اللہ پاک کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں کہ شب بیداری کرنے والے کے لئے اس کی راتیں لمبی اور روزہ دار کے لئے دن چھوٹا ہوتا ہے۔[3] اور لطائف المعارف میں ہے: سردی کی راتیں لمبی ہوتی ہیں، لہٰذا یہ ممکن ہوتا ہے کہ ضرورت کے مطابق نیند کر لی جائے، پھر اٹھ کر نماز کی ادائیگی کی جائے۔ یوں بندۂ مومن نماز پڑھ لیتا ہے، قرآنِ پاک کا مخصوص حصہ تلاوت کرلیتا ہے اور جسم کو اس کی ضرورت کے مطابق نیند بھی مل جاتی ہے، اس طرح سردیوں کی راتوں میں مسلمان اپنا دینی فائدہ بھی حاصل کرلیتا ہے اور اس کے جسم کو راحت بھی مل جاتی ہے۔[4]

جُمادَی الاُخریٰ چونکہ سردیوں کا مہینا تھا، اس لئے یہ بھی بڑی خیر و برکت والا مہینا ہے، اس ماہ کی عبادات بہت افضل ہیں۔ یہ استقبالِ ماہ رجب کا مہینا ہے۔ اس کی عبادت کا مقصد ماہِ رجب کی حرمت ہے۔[5]

آیئے! اس ماہ میں پڑھے جانے والے نوافل کے بارے میں جان لیتی ہیں اور یہ بھی نیت کرتی ہیں کہ ان شاء اللہ ان کی فضیلت حاصل کرنے کے لئے ان نوافل کا خوب خوب اہتمام کریں گی۔

جُمادَی الاُخریٰ کے نوافل

پہلی رات کے نوافل

جواہرِ خمسہ میں ہے: جُمادَی الاُخریٰ کی پہلی رات دو رکعت نماز پڑھے اور سلام کے بعد خوب استغفار کرے۔[6]

سال بھر تنگ دستی سے حفاظت

جو بارہ رکعتیں چھ سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ قریش پڑھے اور نماز سے فارغ ہو کر سورۂ یوسف کی تلاوت کرے تو اللہ کریم اسے تنگ دستی اور مفلسی سے ایک سال تک محفوظ رکھے گا۔[7]

گناہوں کی معافی دلانے والے نوافل

مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: بزرگانِ دین سے منقول ہے کہ اس مہینے میں جو چار رکعت نفل ادا کرے اور ہر رکعت میں (سورۂ فاتحہ کے بعد) سورۂ اخلاص 13 مرتبہ پڑھے تو اللہ کریم اس کے بے شمار گناہ معاف فرما دیتا ہے اور

اس کے نامہ اعمال میں بہت سی نیکیاں داخل فرماتا ہے۔[8]

نوافلِ صدیق

حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ جُمادَی الاُخریٰ میں 12 رکعت نماز نفل پڑھا کرتے تھے۔ چنانچہ جماعتِ صحابہ کا اس پر اتفاق ہے کہ اگر کوئی جُمادَی الاُخریٰ کی پہلی رات میں 12 رکعت نفل ادا کرے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص 11 بار پڑھے تو اللہ پاک اس کے نامہ اعمال سے ایک لاکھ برائیاں دور کرکے ایک لاکھ نیکیاں عطا فرماتا ہے۔[9]

آخری عشرے کے نوافل

مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جو کوئی جُمادَی الاُخریٰ کی اکیسویں رات سے آخری تاریخ تک ہر رات بعد نمازِ عشا 20 رکعت نماز دس سلام سے پڑھے اور ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ کے بعد سورۂ اخلاص ایک ایک بار پڑھے تو اللہ پاک اس نماز کے پڑھنے والوں کو حرمت و عظمت بخشتا ہے۔[10]

جواہر خمسہ میں ہے: اکیسویں رات سے آخری تاریخ تک کئی صحابہ کرام ہر رات 20 رکعت نماز پڑھا کرتے تھے۔[11]

آخری عشرے کے اعمال

حضرت علامہ عبدُالرحمٰن ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: انسان کو چاہیے کہ رجب شریف کی آمد سے پہلے استقبالِ رجب کے لئے خود کو گناہوں سے پاک صاف کرے، اپنی ہر خطا اور اپنے ہر گناہ پر شرمندہ ہو کر اللہ پاک کی بارگاہ میں توبہ کرے اور توبہ کے ذریعے اپنے دل کو گناہوں کی گندگی سے پاک کرلے۔[12]

روزے

آخری عشرے کے روزے

کئی صحابہ کرام اس مہینے کے آخری عشرے میں استقبالِ رجب شریف کے لئے روزے رکھا کرتے تھے۔[13]

آخری تاریخ کا روزہ

مفتی محمد فیض احمد اویسی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جُمادَی الاُخریٰ کی آخری تاریخ کو روزہ رکھنا رجب شریف کے استقبال کے لئے اچھا ہے۔[14]

پہلی، 15 ویں اور آخری تاریخ کے روزے

بزرگانِ دین کے نزدیک مہینے کا پہلا، درمیانی اور آخری دن فضیلت والے دن ہیں، ان میں روزے رکھنا اور کثرت سے خیرات کرنا مستحب ہے تاکہ ان اوقات کی برکت سے اس کا اجر دگنا ہو۔[15] چنانچہ

جُمادَی الاُخریٰ کی انہی تاریخوں میں روزہ رکھنے سے متعلق حضرت شاہ کلیمُ اللہ شاہ جہاں آبادی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: اس مہینے کی پہلی، پندرہویں اور آخری تاریخ کو روزہ رکھنے کا بہت ثواب ہے۔[16]

اللہ پاک سے دعا ہے کہ وہ ہمیں اس ماہِ مبارک میں خوب خوب عبادات کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا فیضان نصیب فرمائے۔

اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص67
2. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص69
3. مسند فردوس، 4/164، حدیث: 6513
4. لطائف المعارف، ص372، 373
5. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص69
6. جواہر خمسہ، ص22
7. جواہر خمسہ، ص22
8. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص67
9. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص82
10. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص70
11. جواہر خمسہ، ص22
12. النور فی فضائل الایام والشہور، 129
13. جواہر خمسہ، ص22
14. اسلامی مہینوں کے فضائل و مسائل، ص70
15. احیاء علوم الدین، 1/318، 319
16. مرقع کلیمی، ص199

حضور کی مولیٰ علی سے محبت

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 42ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کئے جا رہے ہیں۔)

(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ یعفور رضا عطاریہ
(جوہر ٹاؤن لاہور)

بے شک ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم اپنی تمام امت سے ہی بے پناہ محبت فرماتے ہیں مگر کچھ ہستیاں ایسی ہیں جنہیں بارگاہِ رسالت میں وہ مقام حاصل ہوا کہ دنیا آج بھی رشک کرتی ہے۔ان ہی عظیم ہستیوں میں سے ایک حضرت علی رضی اللہ عنہ بھی ہیں۔ آپ کو وہ قربِ مصطفےٰ حاصل ہوا کہ قربان جائیے حضور نے آپ کے متعلق ارشاد فرمایا: مَنْ سَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ سَبَّنِي یعنی جس نے علی کو بُرا کہا تو تحقیق اس نے مجھ کو بُرا کہا۔[1]

حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور سے اتنا قرب حاصل ہے کہ جس نے ان کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی تو گویا کہ اس نے حضور کی شان میں گستاخی و بے ادبی کی۔اسی قرب و محبت کے متعلق چند احادیث ملاحظہ ہوں:

علی بھی اس کے مولیٰ

حضور نے ارشاد فرمایا: اَللّٰھُمَّ مَنْ کُنْتُ مَوْلَاہُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاہُ اللّٰھُمَّ وَالِ مَنْ وَالَاہُ وَعَادِ مَنْ عَادَاہُ یعنی میں جس کا مولیٰ ہوں علی بھی اس کے مولیٰ ہیں۔اے اللہ! جو علی سے محبت رکھے تو بھی اس سے محبت رکھ اور جو علی سے دشمنی رکھے تو بھی اس سے دشمنی رکھ۔[2]

اللہ و رسول محبت فرماتے ہیں

حضور نے خیبر کے دن فرمایا: میں یہ جھنڈا کل ایک ایسے شخص کو دوں گا جس کے ہاتھ پر خدا فتح عطا فرمائے گا، وہ اللہ و رسول سے محبت رکھتا ہے اور اللہ و رسول اس سے محبت رکھتے ہیں۔[3]

علی مجھ سے ہے

غزوۂ اُحد کے موقع پر حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے متعلق فرمایا: اِنَّہٗ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْہُ یعنی بے شک علی مجھ سے ہیں اور میں علی سے ہوں۔[4] مطلب یہ ہے کہ علی کو مجھ سے کمالِ قرب حاصل ہے۔

اللہ و رسول کا دوست

حضور نے فرمایا: اللہ پاک نے مجھے چار افراد سے محبت کرنے کا حکم دیا ہے اور مجھے بتایا ہے کہ وہ بھی ان سے محبت رکھتا ہے۔عرض کی گئی: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ والہ وسلم! ہمیں ان کے نام بتائیے؟ تو آپ نے ارشاد فرمایا: علی ان میں سے ایک ہیں۔[5]

محبتِ علی ہے محبتِ رسول

حضرت اُمِّ سَلَمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ حضور نے ارشاد فرمایا: مَنْ اَحَبَّ عَلِيًّا فَقَدْ اَحَبَّنِي وَمَنْ اَحَبَّنِي فَقَدْ اَحَبَّ اللّٰهَ یعنی جس نے علی سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی اور جس نے مجھ سے محبت کی اس نے اللہ پاک سے محبت کی۔ وَمَنْ اَبْغَضَ عَلِيًّا فَقَدْ اَبْغَضَنِي وَمَنْ اَبْغَضَنِي فَقَدْ اَبْغَضَ اللّٰهَ یعنی جس نے علی سے دشمنی کی اس نے مجھ سے دشمنی کی اور جس نے مجھ سے دشمنی کی اس نے اللہ پاک سے دشمنی کی۔[6]

الغرض مولائے کائنات رضی اللہ عنہ کو حضور کی وہ خاص محبت عطا ہوئی کہ بغضِ علی بغضِ مصطفےٰ ہو گیا، محبتِ علی کو وہ

مقام عطا فرمایا کہ محبتِ مصطفےٰ ہو گئی۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بہت محبوب رکھتے اور ان سے ارشاد فرمایا: اَنْتَ اَخِیْ فِی الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَۃِ تم دنیا اور آخرت میں میرے بھائی ہو۔ (7)

اللہ پاک ہمیں مولا علی رضی اللہ عنہ کی محبت عطا فرمائے اور ان کے صدقے ہماری مغفرت فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبی الامین صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم

محترمہ بنتِ ذوالفقار انور
(فیضانِ اُمِّ عطار شفیع کا بھٹہ سیالکوٹ)

ویسے تو ہر صحابی سے حضور کو پیار تھا، ہر صحابی آپ کا محبوب تھا، لیکن بعض ایسے خوش نصیب ہیں جن سے آپ کو خاص تعلق اور محبت تھی، ان میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی ذاتِ گرامی بھی ہے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ ان خوش نصیب صحابہ میں سے ہیں، جن کے بارے میں آپ نے فرمایا: میں اور اللہ پاک ان سے محبت کرتے ہیں، جیسا کہ امام احمد بن حنبل رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: رسولِ پاک صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے فرمایا: اَنْتَ مِنِّیْ وَاَنَا مِنْكَ یعنی تم مجھ سے اور میں تم سے ہوں۔ (8)

معلوم ہوا! حضرت علی رضی اللہ عنہ کو حضور کا قرب حاصل ہے، اسی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم نے ایک موقع پر ارشاد فرمایا: مَنْ كُنْتُ مَوْلَاهُ فَعَلِیٌّ مَوْلَاهُ جس کا میں مولی ہوں، اس کا علی بھی مولی ہے۔ (9)

حضرت علی رضی اللہ عنہ کے ساتھ حضور کو کتنی محبت تھی اس کو حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما کچھ یوں بیان فرماتے ہیں کہ حضور نے مجھ کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کے پاس (یہ پیغام دے کر) بھیجا اور فرمایا: اے علی! تم دنیا اور آخرت میں سردار ہو، جس نے تم سے محبت کی اس نے مجھ سے محبت کی۔ تمہارا دوست اللہ پاک کا دوست ہے اور تمہارا دشمن میرا دشمن ہے اور میرا دشمن اللہ پاک کا دشمن ہے۔ ہلاکت ہے اس کے لئے جو میرے بعد تم سے بغض رکھے۔ (10)

بلاشبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کی دلیل ہے اور ان سے بغض منافق کی نشانی ہے۔

عطائے مصطفےٰ برائے مولا علی

حضور صلی اللہ علیہ والہٖ وسلم کو حضرت علی رضی اللہ عنہ سے بے حد محبت تھی اور فطری عمل ہے کہ جس سے محبت ہو اس کو تحائف و انعام دے کر بھی محبت کا اظہار کیا جاتا ہے۔ لہٰذا مولا علی، شیرِ خدا رضی اللہ عنہ کو بارگاہِ رسالت سے یوں تو وقتاً فوقتاً کچھ نہ کچھ انعامات اور چیزیں ملتی رہیں، مگر سب سے بڑھ کر اور سب سے قیمتی انعام یہ رہا کہ دنیا ہی میں جنت کی بشارت پائی اور جگر گوشۂ رسول حضرت بی بی فاطمہ بتول رضی اللہ عنہا آپ کے نکاح میں آئیں۔ اس مضمون میں آپ بارگاہِ رسالت سے مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو ملنے والی کچھ چیزوں کے بارے میں پڑھیں گی۔ لہٰذا ملاحظہ فرمائیے:

کبھی تلوار ذوالفقار عطا کی:

ایک روایت میں ہے کہ حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی تلوار ذوالفقار عطا فرمائی، آپ کو اپنی لوہے کی زرہ پہنائی اور اپنا عمامہ باندھا۔ (11)

کبھی نعلین ٹھیک کرنے کے لئے دی:

ایک مرتبہ حضور کی نعلینِ مبارکہ کا تسمہ ٹوٹ گیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ اس وقت اپنے گھر میں تھے، حضور نے اپنی نعلینِ مبارک آپ کو دیں تاکہ وہ نعلینِ مبارکہ کا تسمہ ٹھیک کر دیں۔ (12)

کبھی کنگھی عطا فرمائی:

بارگاہِ رسالت میں ایک مرتبہ دو کنگھیاں پیش کی گئیں تو حضور نے ان میں سے ایک حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کو اور دوسری مولیٰ علی رضی اللہ عنہ کو عطا فرمائی۔ (13)

سبحانَ اللہ! کیا شان ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کی! کس قدر حضور کی محبت اور شفقت کو پایا بلکہ صرف اتنا ہی نہیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ نے ایک قول کے مطابق 10 سال کی عمر میں اسلام قبول کر کے بچوں میں سب سے پہلے اسلام قبول کرنے کا شرف پایا۔[14] اور بچپن سے لے کر حضور کے ظاہری وصال فرمانے تک سفر و حضر اور اہلِ بیت ہونے کی وجہ سے بسا اوقات گھر میں بھی حضور کے ساتھ ہوتے اور حضور کی سنتوں کو دل و جان سے اپناتے۔ بلکہ حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: حضرت علی رضی اللہ عنہ لوگوں میں سنت کو زیادہ جاننے والے ہیں۔[15]

علم و حکمت کا دروازہ

حضرت علی رضی اللہ عنہ علمی اعتبار سے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں ایک خاص مقام رکھتے تھے اور کیوں نہ رکھتے ہوں کہ خود حضور نے آپ کو علم سکھایا اور پھر آپ کی علمی شان بیان کرتے ہوئے آپ کو علم و حکمت کا دروازہ فرمایا ہے۔ چنانچہ ارشاد فرمایا: اَنَامَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَعَلِیٌّ بَابُھَا یعنی میں علم کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں۔[16]

دعائے مصطفےٰ

حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کے سینے پر ہاتھ رکھ کر یوں دعا کی: اَللّٰھُمَّ اِمْلَاْ قَلْبَہٗ عِلْماً وَفَھْماً وَحِکَماً وَنُوراً یعنی اے اللہ! علی کے سینے کو علم، عقل و دانائی، حکمت اور نور سے بھر دے۔[17]

قرآن سے محبتِ علی کی دلیل

فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ (پ3، اٰلِ عمرٰن:61) ترجمہ: تو تم ان سے فرما دو: آؤ ہم اپنے بیٹوں کو اور تمہارے بیٹوں کو اور اپنی عورتوں کو اور تمہاری عورتوں کو اور اپنی جانوں کو اور تمہاری جانوں کو (مقابلے میں) بلالیتے ہیں۔

اس آیت میں اَنْفُسَنَا (اپنی جانوں کو) کے مصداق مفسرین نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو بھی قرار دیا ہے۔ اس سے پتا چلتا ہے کہ حضور نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو اپنی جان کی طرح عزیز سمجھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ وہ شخصیت ہیں جن سے حضور نے بے پناہ محبت فرمائی، آپ کو اپنی جان کا حصہ قرار دیا، اپنی اُمت کے سامنے ان کی فضیلت کو بیان کیا اور یہ واضح کر دیا کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے محبت ایمان کا حصہ ہے۔ یہ چند اقوال و احادیث اور آیتِ مبارکہ آپ کے سامنے پیش کیے گئے ہیں ورنہ اگر ان تمام کا احاطہ کیا جائے تو ایک بہت بڑی کتاب بن سکتی ہے، ان تمام باتوں کے لکھنے کا مقصد یہ ہے کہ ہمارے دل میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت پیدا ہو جائے اور ہم ان کی طرح زندگی گزارنے والی بن جائیں۔

قرآن و حدیث دونوں میں حضرت علی رضی اللہ عنہ کے مقام اور حضور کی محبت کی بے شمار گواہیاں موجود ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ مسلمان حضرت علی رضی اللہ عنہ کو نہ صرف ایک عظیم صحابی بلکہ ایمان، قربت اور محبت کی علامت سمجھتے ہیں۔

وقتِ وفات وصیت

17 رمضان کو آپ پر قاتلانہ حملہ ہوا، زہر میں بجھی ہوئی تلوار کا وار آپ کے دماغ تک پہنچ گیا، آپ کے پاس حضور کی بچی ہوئی خوشبو موجود تھی، ایک وصیت یہ کی کہ مجھے وہی خوشبو لگا کر دفن کیا جائے۔ تین رات کے بعد آپ نے شہادت پائی۔[18]

بعدِ خلفائے ثلاثہ سب صحابہ سے بڑا
آپ کو رُتبہ ملا مولیٰ علی مشکلکُشا[19]

اللہ پاک ہم سب کو حضرت علی رضی اللہ عنہ کی محبت عطا فرمائے۔ اٰمین بِجاہِ خاتمِ النبیین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 سنن کبریٰ للنسائی، 5/133، حدیث: 8476 2 مسند امام احمد، 2/262، حدیث: 950 3 بخاری، 2/535، حدیث: 3702 4 معجم کبیر، 1/318، حدیث: 941 5 ترمذی، 5/400، حدیث: 3739 6 معجم کبیر، 23/380، حدیث: 901 7 ترمذی، 5/401، حدیث: 3741 8 مسند امام احمد، 2/213، حدیث: 857 9 مسند امام احمد، 2/262، حدیث: 950 10 فضائل الصحابہ، 2/642، حدیث: 1092 11 سیرت حلبیہ، 2/427 12 فضائل الصحابہ، 2/637، حدیث: 1083 13 احکام القرآن لابن العربی، 3/538 14 ترمذی، 5/411، حدیث: 3755 15 تاریخ ابن عساکر، 42/408 16 مستدرک، 4/96، حدیث: 4693 17 تاریخ ابن عساکر، 42/386، رقم: 8993 18 تہذیب الاسماء واللغات، 1/349 19 وسائل بخشش، ص 522

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات

(آخری قسط)

گزشتہ سے پیوستہ: حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات کا ذکر جاری ہے، مزید ملاحظہ فرمایئے:

حضرت خضر سے ملاقات: حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حیات مبارکہ کا ایک اہم اور نہایت دلچسپ پہلو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہے، اس واقعے میں بہت سے عجائب و غرائب پوشیدہ ہیں، اس کا تفصیلی واقعہ یہ ہے کہ ایک بار دورانِ وعظ آپ سے پوچھا گیا: کیا آپ جانتے ہیں کہ آپ سے بڑا عالم بھی کوئی ہے؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ اللہ پاک نے وحی فرمائی: اے موسیٰ تم سے بڑا عالم وہ بندہ ہے جو مجمعِ بحرین (دو دریاؤں کے ملنے کی جگہ) میں رہتا ہے۔ اس تک پہنچنے کی نشانی یہ ہے کہ جہاں **تم سے مچھلی گم ہو جائے۔**

حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنے خادم **حضرت یوشع بن نون** کے ساتھ روانہ ہوئے اور ایک مچھلی بھی ٹوکری میں رکھ لی۔ راستے میں ایک چٹان کے پاس آرام کے دوران مچھلی زندہ ہو کر دریا میں کود گئی اور پانی میں ایک **محراب نما سرنگ** بن گئی۔ حضرت یوشع نے یہ منظر دیکھا مگر بھول گئے کہ حضرت موسیٰ کو بتائیں۔ بعد میں کھانے کے وقت جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان سے مچھلی کے متعلق معلوم کیا تو انہیں یاد آیا کہ وہ تو زندہ ہو کر پانی میں چلی گئی تھی، انہوں نے جب معاملہ بتایا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام فوراً واپس آئے اور اس مقام کو پہچان لیا۔ وہاں ایک بزرگ چادر اوڑھے آرام فرما تھے، یہی **حضرت خضر** تھے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سلام کیا اور درخواست کی کہ میں آپ کے ساتھ رہنا چاہتا ہوں تاکہ وہ علم سیکھوں جو اللہ نے آپ کو سکھایا ہے۔[1]

حضرت موسیٰ و خضر کی اس ملاقات کا ذکر قرآنِ کریم کی سورۂ کہف میں بھی موجود ہے، چنانچہ جب حضرت موسیٰ نے حضرت خضر کے ساتھ رہنے کی درخواست کی تو انہوں نے جواب دیا: آپ میرے ساتھ ہرگز نہ ٹھہر سکیں گے اور آپ اس بات پر کس طرح صبر کریں گے جسے آپ کا علم محیط نہیں۔ حضرت خضر نے یہ اس لیے فرمایا تھا کہ وہ جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کچھ ناپسندیدہ اور ممنوع کام دیکھنا پڑیں گے اور انبیائے کرام سے ممکن ہی نہیں کہ وہ ممنوع کام دیکھ کر صبر کر سکیں۔[2] اس پر حضرت موسیٰ نے فرمایا: اگر اللہ پاک چاہے گا تو عنقریب آپ مجھے صبر کرنے والا پائیں گے اور میں آپ کے کسی حکم کی خلاف ورزی نہ کروں گا۔ حضرت خضر بولے: اگر آپ کو میرے ساتھ رہنا ہے تو مجھ سے کسی چیز کے متعلق سوال نہ کیجئے گا جب تک کہ میں خود آپ کے سامنے اس کا ذکر نہ کر دوں۔[3] اس کے بعد حضرت موسیٰ و خضر کے اس واقعے میں حضرت یوشع کا ذکر نہیں ملتا، شاید اس لیے کہ وہ حضرت موسیٰ کے تابع تھے اس لیے ان کے ذکر کی ضرورت نہ تھی، یا ہو سکتا ہے کہ حضرت موسیٰ نے انہیں واپس بھیج دیا ہو۔[4]

راہِ سفر میں درپیش تین عجیب واقعات: اس کے بعد وہ دونوں ایک کشتی پر سوار ہوئے، کشتی والے نے بغیر معاوضہ کے انہیں سوار کر لیا، جب کشتی بیچ سمندر میں پہنچی تو حضرت خضر نے کلہاڑی سے اس کا ایک تختہ اکھاڑ ڈالا، یہ دیکھ کر حضرت موسیٰ خاموش نہ رہ سکے بول پڑے، حضرت خضر نے آپ کو شرط یاد دلائی تو حضرت موسیٰ نے معذرت کی۔ پھر کشتی سے اتر کر دونوں کا گزر ایک ایسے مقام سے ہوا جہاں کچھ لڑکے کھیل رہے تھے، ان میں ایک لڑکا نہایت حسین و جمیل اور وہ

Go To Index

حدِ بلوغ کو بھی نہ پہنچا تھا۔ بعض مفسرین نے کہا وہ لڑکا جوان تھا اور لوٹ مار کرتا تھا اور کافر تو بہر حال وہ تھا۔[5] حضرت خضر نے اسے سر سے پکڑ کر اس کا سر جدا کر دیا۔ ایک روایت میں ہے کہ آپ نے اسے لٹا کر چھری سے ذبح کر دیا۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ آپ نے اس کا سر دیوار پر مارا جس سے وہ مر گیا۔ حضرت موسیٰ سے پھر نہ رہا گیا اور آپ غصے میں بولے: یہ آپ نے کیا کیا؟ ایک نابالغ بچے کو قتل کر دیا جو صاف ستھرا گناہوں سے پاک تھا، اس پر کوئی قصاص بھی لازم نہیں تھا![6] حضرت خضر نے پھر وعدہ یاد دلایا تو حضرت موسیٰ نے فرمایا: اس کے بعد اگر میں نے کوئی سوال کیا تو آپ میرا ساتھ نہ دیجئے گا۔ اس کے بعد دونوں حضرات چلتے چلتے ایک ایسی بستی کے پاس پہنچے جہاں کے رہنے والے اتنے بے مروت نکلے جنہوں نے کھانا تک دینے سے انکار کر دیا۔ پھر بھی اس بستی کے ایک گھر کی گرتی ہوئی دیوار کو حضرت خضر نے اپنے دستِ مبارک سے سیدھا کر دیا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام پھر بول پڑے: اگر آپ چاہتے تو اس دیوار کو سیدھی کرنے پر کچھ مزدوری لے لیتے، کیونکہ یہ ہماری حاجت کا وقت ہے اور بستی والوں نے ہماری کچھ مہمان نوازی نہیں کی، اس لیے ایسی حالت میں ان سے اجرت لینا مناسب تھا۔[7] چنانچہ،

اب کی بار اس اعتراض پر حضرت خضر بولے: اب آپ کے وعدے کے مطابق ہماری جدائی کا وقت آ چکا ہے، البتہ یہ تین کام جو میں نے کیے ہیں جن پر آپ نے اعتراض کیا ان میں سے ہر ایک کی وجہ اور حکمت بیان کر دیتا ہوں تا کہ آپ کے علم سیکھنے کی غرض پوری ہو جائے جس کے لیے آپ میرے پاس آئے تھے یعنی علم حاصل کرنے کے لئے۔[8]

کشتی عیب دار کرنے کی وجہ: کشتی کے تختے اکھاڑنے کی وجہ یہ تھی کہ وہ کشتی کچھ مسکینوں کے روزگار کا واحد ذریعہ تھی، جبکہ قریب ہی ایک ظالم بادشاہ اچھی و صحیح کشتیوں کو چھین لیتا تھا، اس لیے میں نے اسے عیب دار کر دیا تا کہ وہ ان غریبوں کے لیے محفوظ رہے۔[9]

لڑکے کو قتل کرنے کی حکمت: وہ لڑکا جسے میں نے قتل کیا وہ کافر تھا اگر وہ زندہ رہتا تو اپنے ماں باپ کو کفر اور سرکشی میں مبتلا کر دیتا۔ اس بچے کا حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھوں مارا جانا اللہ کے تکوینی امور میں سے ہے، جیسے اللہ پاک فرشتوں کے ذریعے بچوں، جوانوں کو موت دیتا ہے، جس کی حکمتیں اللہ ہی بہتر جانتا ہے، لیکن تکوینی امور میں ایسے تصرفات کی سب کو اجازت نہیں بلکہ تفصیل یہ ہے کہ فرشتے تو ہیں ہی حکمِ الٰہی کے پابند اور کارکنانِ قضا و قدر، لہٰذا ان کا معاملہ جدا ہے اور انسانوں میں اگر اللہ پاک کسی نبی کو وحی کے ذریعے ایسا حکم دے تو بھی جائز ہے اور ثابت ہے جیسا کہ اسی واقعہ میں اور جہاں تک اولیا کا معاملہ ہے تو اولیا کو ایسے امور کی اجازت نہیں۔ اگر حضرت خضر کو صرف ولی مانا جائے تو پھر یہ حکم ہماری شریعت میں منسوخ ہے اور ہمارے زمانے میں اگر کوئی ولی کسی کے ایسے باطنی حال پر مطلع ہو جائے کہ یہ آگے جا کر کفر اختیار کر لے گا اور دوسروں کو کافر بھی بنا دے گا اور اس کی موت بھی حالتِ کفر میں ہو گی تو وہ ولی اس بنا پر اسے قتل نہیں کر سکتا، جیسا کہ امام سبکی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: باطن کا حال جان کر بچے کو قتل کر دینا حضرت خضر کے ساتھ خاص ہے، انہیں اس کی اجازت تھی۔ اب اگر کوئی ولی کسی بچے کے ایسے حال پر مطلع ہو تو اس کیلئے قتل کرنا جائز نہیں ہے۔[10]

مفسرین کا قول ہے کہ اللہ پاک نے اس کے والدین کو اس کے بدلے ایک مسلمان لڑکا عطا کیا اور ایک قول یہ ہے کہ ایک بیٹی عطا کی جو ایک نبی کے نکاح میں آئی اور اس سے نبی پیدا ہوئے جن کے ہاتھ پر اللہ نے ایک امت کو ہدایت دی۔[11]

دیوار کیوں سیدھی کی؟ آخر میں حضرت خضر علیہ السلام نے دیوار کو سیدھا کرنے کی وجہ یہ بتائی کہ وہ شہر کے دو یتیم لڑکوں کی تھی جن کا باپ نیک آدمی تھا، اس دیوار کے نیچے خزانہ تھا لہٰذا اللہ پاک نے چاہا کہ دونوں جوان ہو کر اپنا خزانہ نکال لیں،

یہ سب اللہ کی رحمت سے ہے اور جو کچھ میں نے کیا وہ میری اپنی مرضی سے نہ تھا بلکہ اللہ کے حکم سے تھا، یہ ان باتوں کی وجوہات و وضاحت ہے جس پر آپ صبر نہ کر سکے۔[12]

اس واقعے کی روشنی میں بالخصوص بستی والوں کے واقعے کے ذیل میں علمانے علم و حکمت کی بہت ایمان افروز باتیں ذکر فرمائی ہیں، چند ملاحظہ فرمایئے:

☆ یہاں قرآنِ کریم نے اس واقعے کو جن الفاظ میں بیان کیا ہے، اس کے متعلق امام رازی فرماتے ہیں: جب یہ آیتِ مبارکہ نازل ہوئی: فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا(پ16، الکھف:77) ترجمہ: انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔ تو اس بستی کے لوگ حضور کی خدمت میں سونا لے کر حاضر ہوئے، جنہیں بڑی شرم آرہی تھی (کہ ان کے آباؤ اجداد اتنے کم ظرف تھے کہ دو تین مسافروں کو کھانا نہ کھلا سکے) اور انہوں نے عرض کی: یارسول اللہ! ہم اس سونے کے عوض صرف با کے بدلے تا خریدنا چاہتے ہیں، یعنی آپ فَاَبَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا(پ16، الکھف:77) (ترجمہ: انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کرنے سے انکار کر دیا۔) کی جگہ فَاَتَوْا اَنْ یُّضَیِّفُوْهُمَا (انہوں نے ان دونوں کی مہمان نوازی کی) کر دیں۔ حضور نے انکار کیا اور فرمایا: اس ایک نقطے کی تبدیلی سے اللہ پاک کے کلام میں جھوٹ داخل کرنا لازم آئے گا اور جھوٹ الوہیت میں عیب کا سبب ہے۔ معلوم ہوا کہ قرآن کے ایک نقطے کو بدلنا رب کی ربوبیت اور عبد کی عبودیت کو باطل کر دیتا ہے۔[13]

☆ باپ کی نیکی اولاد کے کام آجاتی ہے اور نبی اُمت کے مثلِ باپ کے ہیں تو ان شاء اللہ حضور کی نیکیاں ہم گناہ گاروں کے کام آئیں گی۔ نبی کی نیکیوں میں ہمارا بھی حصہ ہے۔ خیال رہے کہ وہ ان بچوں کا آٹھویں پشت کا باپ تھا۔ روح البیان میں ہے کہ حرم شریف کے کبوتر اس کبوتری کی اولاد ہیں جس نے ہجرت کی رات غارِ ثور پر انڈے دیئے تھے اللہ پاک نے اس کبوتری کی برکت سے اس کی اولاد کا اتنا احترام فرمایا تو قیامت تک حضور کی اولاد کا کتنا احترام ہو گا!

☆ اس سے وسیلہ کا ثبوت ہوا کہ ان کے باپ کے وسیلہ سے ایک نبی کو ان کی ٹوٹی ہوئی دیوار ٹھیک کرنے کے لیے بھیجا۔

☆ اگر باغِ فدک حضور کی میراث اور فاطمۃ الزہرا کا حصہ ہوتا تو اللہ ضرور بی بی فاطمہ کو دلواتا۔ اسے کوئی نہ لے سکتا تھا، جب اس نیک باپ کی میراث کی حفاظت کے لیے حضرت خضر کو بھیجا دیوار بنوا کر اس کو محفوظ کر دیا، تو حضرت فاطمہ کی میراث یونہی ضائع کروادی جاتی یہ ناممکن ہے معلوم ہوا کہ باغِ فدک وغیرہ حضور کی میراث تھی ہی نہیں بلکہ وقف تھیں۔

☆ معلوم ہوا کہ یتیم صرف نابالغ کو کہتے ہیں بالغ یتیم نہیں کہلاتا۔[14]

☆ یہ آیت دلالت کر رہی ہے کہ نیکوں کی اولاد کی رعایت اور ان کے فائدے کے لئے ممکنہ کوشش مسلمانوں پر حق ہے لیکن شرط یہ ہے کہ وہ کافر اور سرکش نہ ہوں اگر کافر یا سرکش ہوں تو وہ زیادہ سزا کے مستحق ہیں۔[15]

حضرت خضر کی حضرت موسیٰ کو نصیحت: رخصت ہوتے وقت حضرت موسیٰ علیہ السلام نے حضرت خضر سے فرمایا کہ مجھے کچھ نصیحت کیجیے! حضرت خضر نے کہا: علم کی طلب لوگوں سے بیان کرنے کے لیے نہ کرنا، بلکہ عمل کرنے کے لیے علم کی طلب کرنا۔[16] اس کے علاوہ درج ذیل نصیحتیں فرما کر آپ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو رخصت کیا:

☆ تم مخلوق کے نافع بنو ☆ مضر نہ بنو ☆ ہمیشہ ہشاش بشاش چہرہ رکھو ☆ منہ چڑھائے نہ رہو ☆ لوگوں کی خوشامد نہ کرو ☆ بلاوجہ کہیں نہ جاؤ ☆ زیادہ نہ ہنسو ☆ کسی گناہ گار کو اس کی توبہ کے بعد عار نہ دلاؤ ☆ ہمیشہ اپنی خطا پر رویا کرو ☆ آج کا کام کل پر نہ چھوڑو ☆ آخرت کی فکر رکھو۔[17]

قصہ ٔموسیٰ و خضر سے حاصل ہونے والے نتائج: قاضی ثناء اللہ پانی پتی رحمۃ اللہ علیہ نقل فرماتے ہیں: اس قصہ سے یہ نتیجہ بھی نکالا جا سکتا ہے کہ آدمی کو اپنے علم پر غرور نہ کرنا چاہیے اور جو

بات پسند نہ آئے اور اچھی نہ لگے اس کے انکار میں جلدی نہ کرے ممکن ہے اس کی تہ میں ایک ایسی پوشیدہ حقیقت ہو جس سے یہ شخص ناواقف ہو۔ معلم کا ادب کیا جائے۔ گفتگو میں تہذیب رکھی جائے۔ قصوروار کو اس کے قصور پر خبردار کرنا اور پھر معاف کر دینا چاہیے اور جب اس سے بار بار قصور واقع ہو تو اس سے جدائی اختیار کر لی جائے۔(حضرت موسیٰ اور حضرت خضر کے اس قصے سے ان تمام باتوں کی تعلیم حاصل ہو رہی ہے۔)[18]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال: حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وصال میدانِ تیہ میں ہی 120 سال کی عمر میں ہوا، جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے بنی اسرائیل کے سامنے کھڑے ہو کر ایک خطبہ ارشاد فرمایا جس میں وعظ و نصیحت فرمائی اور حضرت یوشع بن نون علیہ السلام کو بنی اسرائیل پر اپنا خلیفہ مقرر فرمایا۔[19] آپ کی وفات کے 40 سال بعد حضرت یوشع علیہ السلام کو نبوت عطا کی گئی اور جبارین (قومِ عمالقہ) سے جہاد کا حکم دیا گیا۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی وفات کے متعلق مروی ہے: ملک الموت کو آپ کے پاس بھیجا گیا، جب وہ آئے تو حضرت موسیٰ نے انہیں ایک تھپڑ مار دیا جس سے ان کی آنکھ باہر نکل آئی، ملک الموت اللہ کی بارگاہ میں واپس لوٹے اور عرض کی: تو نے مجھے ایسے بندے کے پاس بھیج دیا ہے جو مرنے کا ارادہ نہیں رکھتا، اللہ پاک نے ان کی آنکھ واپس لوٹا دی اور فرمایا: ان کے پاس دوبارہ جاؤ اور ان سے کہنا: اپنا ہاتھ ایک بیل کی پیٹھ پر رکھیں، آپ کے ہاتھ کے نیچے آنے والے ہر بال کے بدلے ایک سال آپ کی عمر میں اضافہ کر دیا جائے گا۔ یہ پیغامِ الٰہی سن کر حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی: اے میرے رب! اس کے بعد؟ فرمایا: پھر موت۔ عرض کی: تو پھر ابھی مرنا ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے اللہ پاک سے عرض کی کہ وہ انہیں مقدس زمین سے ایک پتھر پھینکے جانے کے قریب کر دے۔ حضور نے ارشاد فرمایا: اگر میں وہاں ہوتا تو ضرور تمہیں راستہ کی ایک جانب سرخ ریت کے ٹیلوں کے پاس ان کی قبر دکھاتا۔[20]

شارحِ مسلم امام شرف الدین نووی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بیت المقدس میں دفن ہونے کی خواہش اس لیے کی کہ وہ مقامِ انبیائے کرام کے دفن ہونے کی وجہ سے مشرف تھا، آپ کی دعا سے واضح ہوا کہ فضیلت والے مقام میں نیک لوگوں کے قرب و جوار میں دفن ہونا مستحب ہے۔[21] فقہ حنفی کی مشہور و معتبر کتاب "فتاویٰ ہندیہ" میں ہے: نیک لوگوں کے قبرستان میں میت کو دفن کرنا افضل ہے۔[22]

نیز اس حدیثِ پاک سے واضح ہوا کہ ملک الموت حضرت عزرائیل علیہ السلام کو انبیائے کرام پر کوئی تسلط نہیں، بعض انبیائے کرام علیہم السلام نے حکمِ باری کو قبول کرتے ہوئے فوراً ہی حضرت عزرائیل علیہ السلام کو خوش آمدید کہا، بعض انبیائے کرام علیہم السلام نے انہیں اپنے پاس بلا اجازت آنے پر تنبیہ کی اور بتایا کہ ملک الموت علیہ السلام کو ان پر کوئی تسلط حاصل نہیں، پھر اللہ پاک کے پاس جانے کو بھی ترجیح دی، عمر کی مہلت ملنے کے باوجود قبول نہیں فرمائی، یہ اس لیے تھا کہ ان کا مقصد عمر کا حصول نہیں ہوتا بلکہ شانِ انبیائے کرام کو لوگوں پر واضح کرنا مقصدِ عظیم ہوتا ہے۔[23]

الحمدُ للہ! حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات و عجائبات کا بیان مکمل ہوا۔

---

(1) بخاری، 3/265 ملخصاً (2) تفسیر خازن، 3/219 (3) تفسیر نسفی، ص658 (4) تذکرۃ الانبیاء، ص582 ملخصاً (5) سیرت الانبیاء، ص644 (6) تفسیر روح المعانی، جز:15/425 (7) سیرت الانبیاء، ص645 (8) تذکرۃ الانبیاء، ص585 (9) تفسیر کبیر، 7/490، 491 (10) سیرت الانبیاء، ص647، 648، حاشیہ جمل، 4/448 (11) تفسیر خازن، 3/221 (12) تفسیر خازن، 3/221، 222 ملخصاً (13) تفسیر کبیر، 7/488 (14) تفسیر نور العرفان، ص482 ملخصاً (15) تفسیر مظہری، 5/410 (16) تفسیر مظہری، 5/411 (17) تفسیر نور العرفان، ص482 (18) تفسیر مظہری، 5/411 (19) الانس الجلیل، 1/197 (20) مسلم، ص992، حدیث:6148 (21) شرح مسلم للنووی، جز:15/128 (22) فتاویٰ ہندیہ، 1/166 (23) تذکرۃ الانبیاء، ص602

سیدہ زینب بنتِ جحش (قسط2)

سیدہ زینب بنتِ جحش کا شمار اَلسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْن[1] قدیمۃُ الاسلام[2] اور سب سے پہلے ہجرت کرنے والی خواتین میں ہوتا ہے۔[3]

آنکھوں اور زبان کی حفاظت فرمانے والی: آپ ہمیشہ اپنی آنکھوں اور زبان کی حفاظت فرمایا کرتیں، جیسا کہ جب ام المومنین حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر تہمت لگائی گئی تو حضور نے اس بارے میں آپ سے پوچھا تو آپ نے عرض کی: یارسولَ اللہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم! میں اپنے کانوں اور آنکھوں کی حفاظت کرتی ہوں۔ اللہ پاک کی قسم! میں ان میں صرف بھلائی ہی دیکھتی ہوں۔[4]

آپ کے چند اصافِ حمیدہ

حضور آپ کو بہت پسند فرماتے اور کثرت سے آپ کا ذکر فرماتے تھے۔[5] آپ دین، تقویٰ، سخاوت اور نیکی کے اعتبار سے تمام عورتوں کی سردار[6]، نیک، بہت روزہ دار، راتوں میں بہت نوافل پڑھنے والی، بہت احسان کرنے والی، اُمُّ المساکین یعنی مسکینوں کی ماں[7]، بلکہ مساکین کی جائے پناہ[8] خوفِ خدا رکھنے والی، رضائے الٰہی پر راضی رہنے والی، بہت زیادہ گڑگڑانے والی اور دین اسلام کی دعوت دینے والی تھیں۔[9] آپ نے ایک باندی بھی حضور کو تحفۃً پیش کی تھی۔[10] باری کے علاوہ جب سرکار (صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) بعد نمازِ عصر تمام ازواجِ پاک کے پاس دورہ فرماتے تو بی بی زینب کے پاس زیادہ ٹھہرتے تھے کیونکہ حضور کو شہد پسند تھا اور حضرت زینب کے پاس شہد ہوتا تھا وہ آپ کو پلاتی تھیں، اس شہد پینے میں دیر لگتی تھی۔[11]

غزوۂ طائف اور غزوۂ فتحِ مکہ دونوں میں حضرت اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا اور آپ حضور کے ساتھ شریک تھیں۔[12]

چند خصوصیات

☆ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جیسا ولیمہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا کا فرمایا تھا ایسا ولیمہ اپنی دیگر مقدس بیویوں میں سے کسی کا بھی نہ فرمایا تھا کیونکہ حضور نے ان کا ولیمہ پوری ایک بکری کے ذریعے فرمایا[13] اور لوگوں کو پیٹ بھر کر روٹیاں اور گوشت کھلایا۔[14]

☆ حضور کی بعض مقدس بیویوں نے حضور سے عرض کی: ہم میں سے کون سب سے پہلے آپ سے ملے گی؟ فرمایا: تم میں سے جس کے ہاتھ سب سے لمبے ہیں۔ چنانچہ انہوں نے ہاتھ ناپنا شروع کر دیئے تو حضرت سَودہ رضی اللہ عنہا لمبے ہاتھ والی نکلیں، بعد میں معلوم ہوا کہ لمبے ہاتھ سے صدقہ و خیرات مراد تھا، چنانچہ ہم سب میں پہلے حضور سے ملنے والی حضرت زینب رضی اللہ عنہا تھیں کیونکہ وہ صدقہ و خیرات کو پسند کرتی تھیں۔[15]

☆ سب سے پہلے آپ کی قبر پر خیمہ لگایا گیا۔[16]

☆ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا آپ کی تعریف و توصیف بیان کرتے ہوئے فرمایا کرتی تھیں کہ اللہ پاک حضرت زینب رضی اللہ عنہا پر رحم فرمائے۔ بے شک انہیں دنیا میں وہ شرف حاصل ہوا جو کسی اور کو نصیب نہیں ہوا۔ اللہ پاک نے خود ان کی شادی کروائی، قرآنِ کریم نے اس کا ذکر فرمایا، حضور نے انہیں خود سے جلد ملنے کی خوشخبری دی اور وہ جنت میں بھی

حضور کی بیوی ہیں۔[17]

مزید اوصاف سیدہ زینب بزبانِ سیدہ عائشہ: ☆حضور کی مقدس بیویوں میں مرتبے کے اعتبار سے سیدہ زینب بنتِ جحش میری ہم پلہ تھیں۔ میں نے ان سے بڑھ کر دین کے معاملے میں بہتر کسی عورت کو نہیں دیکھا جو اللہ پاک سے بہت ڈرنے والی، بہت سچی بات کہنے والی، بہت صلہ رحمی کرنے والی، بہت صدقہ کرنے والی اور جس عمل کے ذریعے بھلائی کر سکیں اور قربِ الٰہی حاصل ہو اس میں خود کو بہت تھکانے والی تھیں۔ اگرچہ ان میں غصے کی تیزی تھی (یعنی غصہ جلد آجاتا تھا) لیکن جلد ہی اپنی اصلی حالت پر لوٹ آتی تھیں۔[18]

زہد و سخاوت

ایک بار جب حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے مالِ غنیمت میں سے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی طرف ان کا حصہ بھیجا تو آپ نے فرمایا: اللہ پاک حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی بخشش فرمائے، میری بہنیں اس کی مجھ سے زیادہ حق دار ہیں۔ لوگوں نے عرض کی: یہ سب آپ ہی کا ہے۔ اس پر آپ نے سبحان اللہ کہا اور اسے ایک کپڑے سے چھپا دیا۔

پھر فرمایا: اسے زمین پر ڈال کر اس کے اوپر کپڑا اڈال دو۔ پھر حضرت برزہ رضی اللہ عنہا سے فرمایا: اس میں سے مٹھیاں بھر بھر کر بنو فلاں اور بنو فلاں کے پاس لے جاؤ، یہ آپ کے قریبی رشتے دار اور کچھ یتیم بچے تھے۔ (حضرت برزہ رضی اللہ عنہا اسے تقسیم کرتی رہیں) جب تھوڑا سا مال باقی رہ گیا تو عرض کی: اے اُمّ المومنین! خدا کی قسم! اس میں ہمارا بھی حق ہے۔ فرمایا: جو کچھ کپڑے کے نیچے بچا ہے تمہارا ہے۔

حضرت برزہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں: ہم نے کپڑے کے نیچے سے 85 درہم پائے۔

پھر حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے اپنے مبارک ہاتھ آسمان کی طرف اٹھا کر عرض کی: الٰہی! اس سال کے بعد حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے مالِ غنیمت کا کوئی حصہ مجھ تک نہ پہنچے۔ اللہ پاک نے آپ کی دعا کو قبول فرمایا اور آپ کا انتقال ہو گیا۔[19]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی طرف سے حضرت زینب رضی اللہ عنہا کو بھیجا گیا حصہ 12 ہزار دراہم پر مشتمل تھا جو آپ نے صرف ایک سال ہی وصول فرمایا۔[20]

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو جب معلوم ہوا کہ حضرت زینب رضی اللہ عنہا نے ان کی بھیجی ہوئی رقم کو راہِ خدا میں خرچ کر دیا ہے تو انہوں نے فرمایا: یہ ایسی خاتون ہیں جن کے ساتھ بھلائی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ کے دروازے پر کھڑے ہو کر سلام بھیجا اور کہا: مجھے پتا چلا ہے کہ آپ نے اپنا حصہ راہِ خدا میں تقسیم فرما دیا ہے! پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے ان کی طرف ایک ہزار دراہم بھیجے تا کہ وہ اس سے اپنے اوپر خرچ کریں، لیکن انہوں نے اس مال کو بھی راہِ خدا میں تقسیم فرما دیا۔[21]

ایک روایت میں یہ بھی مذکور ہے کہ آپ دست کاری کرتیں اور کھالیں دباغت (دباغت کی یہ صورتیں ہیں: کھاری نمک وغیرہ کسی دوا سے پکایا ہو یا فقط دھوپ یا ہوا میں سکھا لیا ہو کہ اس کی تمام رطوبت خشک ہو کر بدبو جاتی رہی ہو۔[22]) کر کے انہیں سلائی کر کے راہِ خدا میں صدقہ کر دیا کرتی تھیں۔[23]

---

(1) فیضان امہات المومنین، ص25 (2) اسد الغابہ، 7/138 (3) سیر اعلام النبلاء، 3/480 (4) بخاری، 3/66، حدیث: 4141 (5) طبقات ابن سعد، 8/81، 82 (6) سیر اعلام النبلاء، 3/480 (7) سیر اعلام النبلاء، 3/483 (8) مستدرک، 5/31، حدیث: 6848 (9) حلیۃ الاولیاء، 2/62 (10) مواہب لدنیہ، 1/418 (11) مراۃ المناجیح، 5/111 (12) سیرتِ سید الانبیاء، ص173 (13) بخاری، 3/453، حدیث: 5168 (14) بخاری، 3/306، حدیث: 4794 ملخصاً (15) بخاری، 1/479، حدیث: 1420 (16) مستدرک، 5/31، حدیث: 6846 (17) سیر اعلام النبلاء، 3/482 (18) نسائی، ص645، حدیث: 3950 (19) طبقات ابن سعد، 8/86، 87 (20) طبقات ابن سعد، 8/87 (21) طبقات ابن سعد، 8/87 (22) بہار شریعت، 1/402، حصہ: 2 (23) مستدرک، 5/32، حدیث: 6850

اعلیٰ صفات

محترمہ اُمِّ سلمہ مدنیہ عطاریہ
ملیر کراچی

ایک مرتبہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ام المومنین سیدہ زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کے متعلق ارشاد فرمایا: بے شک وہ اَوَّاہ ہیں۔ ایک شخص نے عرض کی: اَوَّاہ سے کیا مراد ہے؟ تو ارشاد فرمایا: خشوع والی اور خدا کے حضور گڑگڑانے والی۔[1]

معلوم ہوا! کسی کا خشوع والا ہونا اور خدا کے حضور گڑگڑانا انتہائی اعلیٰ صفات ہیں، جن کی تعریف حضور نے فرمائی۔

خشوع: بارگاہِ الٰہی میں حاضری کے وقت دل کا لگ جانا یا بارگاہِ الٰہی میں دلوں کو جھکا دینا خشوع کہلاتا ہے۔[2] خشوع کو عموماً نماز کے ساتھ ذکر کیا جاتا ہے لیکن یہ عام ہے۔ خشوع در حقیقت دل کی کیفیت ہے کہ انسان کے دل میں اللہ پاک کی عظمت و جلال پیشِ نظر ہو، البتہ دل میں خشوع ہو تو اس کا اظہار اعضا سے بھی ہوتا ہے کہ انسان اللہ پاک کی نافرمانی، بلکہ بہت سے جائز کاموں سے بھی اللہ پاک سے حیا کرتے ہوئے بچتا ہے۔ امام محمد غزالی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: جان لیجئے کہ خشوع ایمان کا پھل اور اللہ پاک کے جلال سے حاصل ہونے والے یقین کا نتیجہ ہے۔ جسے یہ حاصل ہو جائے وہ نماز سے باہر بلکہ تنہائی میں بھی خشوع اپناتا ہے، کیونکہ خشوع کا سبب اس بات کی پہچان ہے کہ اللہ پاک بندے پر آگاہ ہے، نیز بندہ اللہ پاک کے جلال اور اپنی کوتاہی کی پہچان رکھتا ہے، انہی باتوں کی پہچان سے خشوع حاصل ہوتا ہے اور یہ نماز کے ساتھ خاص نہیں، اسی لئے بعض بزرگوں کے متعلق منقول ہے کہ انہوں نے اللہ پاک سے حیا کرتے اور اس سے ڈرتے ہوئے 40 سال تک آسمان کی طرف سر نہیں اٹھایا۔[3]

خدا کے حضور گڑگڑانا: اکثر ہم بارگاہِ الٰہی میں دعائیں تو مانگتی ہیں لیکن اس میں گڑگڑانے کے بجائے بے دلی اور لاپروائی کا مظاہرہ کرتی ہیں۔ اِبْتِہَال یعنی دعا میں گڑگڑانا، ہاتھوں کو بلند کرنا اور پوری توجہ سے اللہ پاک کی بارگاہ میں عرض کرنا، یہ ہمارے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا طریقہ ہے۔ لہٰذا ہمیں چاہیے کہ اللہ پاک کے حضور گڑگڑا کر، پوری توجُّہ کے ساتھ، اللہ پاک کے جلال سے ڈرتے ہوئے، اس کی رحمت پر بھروسا جمائے، پوری رغبت سے، عاجزی کرتے ہوئے دعا مانگنے کی عادت بنائیں۔ نیز انسان ہونے کے ناطے ہو جانے والے گناہوں پر شرمندہ ہوتے ہوئے اس کی بارگاہ میں خوب گڑگڑا کر توبہ و استغفار کیا کریں اور آئندہ رب کی نافرمانی سے بچنے کا پکا ارادہ کر لیں۔

حضور نے حضرت زینب بنتِ جحش رضی اللہ عنہا کی یہ جو صفت بیان فرمائی ہے، اس کا بڑا ہی خوبصورت خلاصہ تفسیر صراطُ الجنان میں کچھ یوں مذکور ہے: **اَوَّاہ** صفت کی خوبی یہ ہے کہ جس میں یہ صفت پائی جائے وہ کثرت سے دعائیں کرتا ہے، اللہ پاک کے ذکر اور اس کی تسبیح میں مشغول رہتا ہے، کثرت کے ساتھ قرآنِ مجید کی تلاوت کرتا ہے، اُخروی ہولناکیوں اور دہشت انگیزیوں کے بارے میں سن کر گریہ وزاری کرتا ہے، اپنے گناہوں کو یاد کر کے ان سے مغفرت طلب کرتا ہے، نیکی اور بھلائی کی تعلیم دیتا ہے اور اللہ پاک کے ناپسندیدہ ہر کام سے بچتا ہے۔[4]

اللہ پاک ہمیں خشوع والا دل عطا فرمائے اور اپنی بارگاہ میں گڑگڑانے کی سعادت بخشے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

---

1 حلیۃ الاولیاء، 2/64، حدیث: 1494 ملتقطاً 2 حدیقہ ندیہ، 3/378 3 احیاء علوم الدین، 1/232 4 تفسیر صراط الجنان، 4/252

قصیدۂ معراجیہ (قسط 7)

محترمہ بنتِ اشرف مدنیہ عطاریہ
ڈبل ایم اے (اردو، مطالعہ پاکستان) گوجرہ منڈی بہاؤالدین

26

براق کے نقشِ سم کے صدقے وہ گل کھلائے کہ سارے رستے
مہکتے گلبن لہکتے گلشن ہرے بھرے لہلہا رہے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: نقشِ **سم:** کُھر کے نشان۔ **گُل:** پھول۔ **گلبن:** سرخ گلاب۔ **لہکتے گلشن:** سرسبز باغ۔

مفہومِ شعر: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سواری براق کے کھروں کے نشانات پر قربان جائیں کہ جس راہ سے وہ گزرتی وہاں پھول کھلتے جاتے، سرخ گلاب مہک اٹھتے اور گلشن ہرے بھرے ہو جاتے۔

شرح: نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سواری کے لیے لائے گئے براق کو بھی آپ کے قرب کی ایسی سعادت نصیب ہوئی اور ایسی برکتیں ملیں کہ براق جدھر سے گزرتا ادھر گویا کہ پھول کھل جاتے، گلشن مہک اٹھتے اور ہر طرف ہریالی ہی ہریالی کا دور دورہ ہوتا، بہار کا سماں پیدا ہو جاتا، ایسی بہار نہ اس سے پہلے دیکھنے میں آئی نہ اس کے بعد۔

البتہ! یاد رہے! معراج کی رات نبی پاک صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے مختلف سواریوں پر سفر فرمایا اور لامکاں تک جا پہنچے، چنانچہ امام علائی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: معراج کی رات حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی سواریاں پانچ طرح کی تھیں: (1) (مکے سے) بیت المقدس تک براق پر، (2) بیت المقدس سے آسمانِ دنیا تک سیڑھی پر، (3) آسمانِ اوّل سے ساتویں آسمان تک فرشتوں کے بازوؤں پر، (4) ساتویں آسمان سے سدرۃ المنتہیٰ تک حضرت جبریلِ امین علیہ السلام کے بازو پر اور (5) سدرۃ المنتہیٰ سے مقامِ قاب قوسین تک رفرف پر۔[1]

27

نمازِ اقصیٰ میں تھا یہی سِرّ عیاں ہوں معنیِ اوّل آخر
کہ دست بستہ ہیں پیچھے حاضر جو سلطنت آگے کر گئے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **سِرّ:** راز۔ **عیاں:** ظاہر ہونا۔ **دست بستہ:** ہاتھ باندھے۔ **آگے:** پہلے۔

مفہومِ شعر: مسجدِ اقصیٰ میں جو سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے نبیوں کی امامت فرمائی اس کا مقصد یہی تھا کہ اول و آخر کے معنیٰ واضح ہو جائیں کہ جو حضور سے پہلے حکومت کر چکے تھے وہ بھی آپ کے پیچھے ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔

شرح: حضور معراج شریف کی رات جب مسجدِ اقصیٰ پہنچے تو وہاں حضرت آدم سے لے کر حضرت عیسیٰ تک تمام انبیا پہلے سے موجود تھے، حضور نے ان کی امامت فرمائی اور تمام انبیائے کرام نے آپ کی اقتدا میں نماز ادا کی۔

اعلیٰ حضرت یہاں اس بات کا ذکر فرما رہے ہیں کہ حضور اول بھی ہیں اور آخر بھی، آپ اپنی خلقت و پیدائش کے لحاظ سے سب سے اول ہیں اور بعثت کے لحاظ سے سب سے آخر ہیں، لہٰذا انبیا کی جماعت کا مقصد یہی تھا کہ اول و آخر کا معنیٰ واضح ہو جائے کہ اگرچہ تمام انبیا آپ سے پہلے تشریف لائے مگر حضور کا مرتبہ تمام انبیا سے زیادہ ہے۔ ایک روایت میں ہے: ایک مرتبہ فرشتوں کے سردار حضرت جبریلِ امین علیہ السلام بارگاہِ رسالت میں حاضر ہوئے اور یوں سلام کیا: اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا ظَاہِرُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا بَاطِنُ اے نبی ظاہر! آپ پر سلام ہو، اے نبی باطن! آپ پر سلام ہو۔ اس پر پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے فرمایا: اے جبریل! یہ صفات تو اللہ پاک کی ہیں، اسی کو لائق ہیں،

میری یہ صفات کیسے ہو سکتی ہیں؟حضرت جبریلِ امین نے عرض کی: اللہ پاک نے آپ کو ان صفات سے فضیلت دی، آپ کو سارے نبیوں اور رسولوں پر خصوصیت بخشی، اپنے نام اور وصف سے آپ کا نام اور وصف نکالا ہے۔(اے پیارے محبوب!) اللہ پاک نے آپ کا نام اوّل رکھا، کیونکہ آپ پیدائش کے اعتبار سے سب انبیائے کرام سے اوّل یعنی پہلے ہیں (کہ سب سے پہلے آپ کا نورِ مبارک پیدا کیا گیا) اللہ پاک نے آپ کا نام پاک آخر بھی رکھا کیونکہ آپ سب انبیائے کرام کے زمانے سے آخر میں تشریف لانے والے اور آخری امت کے آخری نبی ہیں۔ اسی طرح اللہ پاک نے آپ کا نام پاک باطن بھی رکھا، کیونکہ اللہ پاک نے اپنے نام کے ساتھ آپ کا نام پاک سرخ نور سے عرش کے پائے پر حضرت آدم علیہ السلام کی پیدائش سے 2 ہزار سال پہلے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے لکھا۔ اسی طرح اللہ پاک نے آپ کا نام پاک ظاہر بھی رکھا کیونکہ اس نے آپ کو تمام دینوں پر غلبہ عطا فرمایا اور آپ کی شریعت و فضیلت کو تمام آسمان وزمین والوں پر ظاہر فرمادیا۔[2]

28

یہ ان کی آمد کا دبدبہ تھا نکھار ہر شے کا ہو رہا تھا
نجوم و افلاک جام و مینا اجالتے تھے کھنگالتے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **دبدبہ:** رعب۔ **نکھار:** بناؤ سنگھار۔ **نجوم:** ستارے۔ **افلاک:** آسمان۔ **جام:** پیالہ۔ **مینا:** صراحی۔ **اجالنا:** صاف کرنا۔ **کھنگالنا:** پانی سے برتن کو صاف کرنا۔

مفہومِ شعر: حضور کی آسمان پر آمد کا رعب ودبدبہ ایسا تھا کہ ہر چیز کو سنوارا جارہا تھا، زیب وزینت دی جارہی تھی، آسمان اور اس کے ستارے گویا کہ صراحیوں اور پیالوں کو دھو دھو کر خوب چمکارہے تھے، صاف شفاف کررہے تھے۔

شرح: مسجدِ اقصیٰ میں نبیوں کی امامت فرمانے اور زمین پر حضور کی شان وشوکت کے اظہار کے بعد اب آسمانوں کا سفر شروع ہوا تو عالم بالا کی ہر چیز کو سنوارا جانے لگا، آسمان پر ہر ہر چیز کا بناؤ سنگھار ہو رہا تھا اور جس طرح کسی مہمان کی آمد پر گھر والے برتنوں کو دھو کر چمکاتے ہیں، اسی طرح آسمان اور اس کے ستارے ان برتنوں کو چمکانے لگے تاکہ ان میں عشقِ مصطفےٰ کی شرابِ طہور بھر بھر کر آسمان والوں کو پلائی جاسکے یا ان میں پاک شراب بھر کر حضور کی مہمان نوازی کی جاسکے۔

29

نقاب اُلٹے وہ مہرِ انور جلالِ رخسار گرمیوں پر
فلک کو ہیبت سے تپ چڑھی تھی تپکتے انجم کے آبلے تھے

مشکل الفاظ کے معانی: **مہرِ انور:** نورانی سورج۔ **جلالِ رخسار:** گالوں کی ہیبت۔ **تپ چڑھنا:** تپش آجانا، بخار ہونا۔ **تپکنا:** آبلے/ پھوڑے میں رہ رہ کر ٹیس اٹھنا۔ **انجم:** ستارہ۔

مفہومِ شعر: معراج کی رات جب حضور کے چہرۂ انور سے نقاب اٹھا تو آپ کے رخسارِ اقدس کے جلال کی گرمی سے آسمان کو گویا بخار ہوگیا اور ستاروں کی صورت میں اس پر چھالے ابھرنے لگے۔

شرح: اللہ پاک نے حضور کے حسن کو 70 ہزار پردوں میں چھپا رکھا ہے۔ یہاں زمین میں آپ بشری صورت اور ستر ہزار حجابات کے پہرے میں تھے، مگر معراج کی رات چونکہ نورانی مخلوق میں جارہے تھے، نورانی لباس پہنا تھا تو آپ نے ان ستر ہزار پردوں میں سے ابھی صرف ایک پردہ الٹا تو جلالِ اقدس کی گرمی ایسی ظاہر ہوئی جس کی تپش سے آسمان کو بخار ہوگیا اور اس کے جسم پہ ستاروں کی صورت میں چھالے پڑ گئے جن سے نور ٹپکنے لگا۔

شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: حضور کا چہرہ اللہ پاک کے جمال کا آئینہ ہے اور اللہ پاک کے انوار و تجلیات کا اس قدر مظہر ہے کہ اس کی کوئی حد نہیں۔[3]

خدا کی غیرت نے ڈال رکھے ہیں تجھ پہ 70 ہزار پردے
جہاں میں بن جاتے طور لاکھوں جو اک بھی اٹھتا حجاب تیرا

---

(1) تفسیر روح المعانی، جز:15/ 14 (2) شرح الشفا، 1/ 515 (3) مدارج النبوۃ، 1/ 4

پیغامِ بنتِ عطار

63 نیک اعمال

(نیک عمل نمبر 36)

ملکہ بلقیس کا تختِ شاہی نہایت عظیم الشان اور جواہرات سے آراستہ تھا۔ جب حضرت سلیمان علیہ السّلام نے اس کے تحائف قبول نہ کیے اور اسے اسلام کی دعوت دی، تو آپ نے چاہا کہ بلقیس کے آنے سے پہلے اس کا تخت دربار میں حاضر ہو جائے تاکہ اسے نبوت کی سچائی کا معجزہ دکھایا جائے اور اس کی عقل کا امتحان لیا جائے۔ چنانچہ آپ نے اپنے درباریوں سے فرمایا کہ کون اس کا تخت میرے پاس لا سکتا ہے؟ ایک جن نے کہا کہ میں آپ کے اٹھنے سے پہلے لا سکتا ہوں، لیکن آپ نے اس سے بھی جلدی چاہی۔ تب حضرت **آصف بن برخیا** جو اسمِ اعظم جانتے تھے، نے عرض کی: میں پلک جھپکنے سے پہلے حاضر کر دوں گا۔ انہوں نے روحانی قوت کے ذریعے بلقیس کا تخت لمحوں میں ملکِ سبا سے بیت المقدس پہنچا دیا۔

یہ واقعہ حضرت آصف بن برخیا رحمۃُ اللہِ علیہ کی **روحانی کرامت** اور **علم کی فضیلت** کا واضح اظہار ہے۔ قرآن نے ان کی خصوصیت کو عِلْمٌ مِّنَ الْكِتٰبِ کہہ کر بیان کیا، یعنی علم ہی ان کی قوت و کرامت کا سبب تھا۔

اسی مفہوم کی تائید میں حضرت **عبد اللہ بن مبارک** رحمۃُ اللہِ علیہ فرماتے ہیں: حقیقی انسان وہ ہے جو عالم ہو، بادشاہ وہ ہے جو پرہیزگار ہو اور گھٹیا وہ ہے جو دین کے بدلے دنیا حاصل کرے۔[1]

امام **غزالی** رحمۃُ اللہِ علیہ لکھتے ہیں: انسان کی فضیلت نہ جسمانی قوت میں ہے، نہ بہادری یا جسامت میں، بلکہ صرف **علم** میں ہے، یہی وصف انسان کو دیگر مخلوقات سے ممتاز اور اشرف بناتا ہے۔[2] چنانچہ معلوم ہوا کہ **علم ہی کرامت، قوت اور انسانیت کی اصل بنیاد ہے۔**

البتہ! علمِ دین حاصل کرنا صرف چند افراد کی ذمّہ داری نہیں بلکہ اپنی موجودہ حالت کے مطابق مسائل سیکھنا ہر مسلمان پر فرض ہے مگر افسوس! آج کا مسلمان زندگی کی ضرورتوں، سہولتوں اور آسائشوں کے حصول میں اتنا گم ہو گیا کہ اس کے پاس علمِ دین سیکھنے کا وقت ہی نہیں۔ ایسا بھی دیکھا گیا ہے کہ سالہا سال سے نماز پڑھنے والے کو وضو کا صحیح طریقہ تک نہیں آتا یا وہ نماز میں ایسی غلطیوں کا عادی ہو چکا ہوتا ہے جن سے نماز ٹوٹ جاتی ہے،[3]

الغرض جہالت کا ایک طوفان برپا ہے۔ اس لئے مسلمانوں کو علمِ دین سیکھنے کی ترغیب دلانے کے لئے امیرِ اہلِ سنت نے 63 نیک اعمال کے رسالے میں سوال نمبر 36 میں فرمایا ہے: کیا آج آپ نے کچھ نہ کچھ وقت کے لئے مدنی چینل دیکھا؟

ایسا آپ نے اس لئے کیا کہ مدنی چینل دیکھنا بھی علمِ دین حاصل کرنے کا ہی ایک ذریعہ ہے۔ کیونکہ علمِ دین حاصل کرنے کے ذرائع بے شمار ہیں مثلاً: ☆ کسی جامعہ میں داخلہ لے کر باقاعدہ طور پر علمِ دین حاصل کرنا ☆ علمائے کرام کے بیانات سننا ☆ میڈیا یعنی ٹی وی وغیرہ کے ذریعے گھر بیٹھ کر علمِ دین حاصل کرنا۔

یہ تیسرا والا بہت آسان ذریعہ ہے جس کی مدد سے گھر بیٹھے باآسانی علمِ دین حاصل کر سکتی ہیں لیکن اس کے باوجود ہم علمِ دین کی اہمیت سے غافل ہیں۔

ہمارے بزرگانِ دین علمِ دین کے حصول کے لیے غیر معمولی محنت و سفر کیا کرتے تھے۔ حضرت **ابو ایوب انصاری** رضی اللہ عنہ نے صرف ایک حدیث سننے کے لیے مدینے سے مصر کا سفر اختیار کیا اور جب وہ حدیث حضرت **عقبہ بن عامر** رضی اللہ عنہ سے سن لی کہ **"جو دنیا میں کسی مومن کی پردہ پوشی کرے، اللہ پاک قیامت کے دن اس کی پردہ پوشی فرمائے گا"** تو فوراً مدینہ واپس لوٹ آئے۔[4] یہ واقعہ ظاہر کرتا ہے کہ بزرگانِ دین رحمۃ اللہ علیہم علمِ دین کے ایک ایک لفظ کو قیمتی خزانہ سمجھتے تھے۔ افسوس کہ آج ہم آسانیوں کے باوجود دینی تعلیم سے غافل اور دنیاوی مشاغل میں الجھی ہوئی ہیں۔

امیرِ اہلِ سنّت دامت برکاتہم العالیہ نے اس غفلت کو دور کرنے کے لیے مدنی چینل جیسے ذرائع کے ذریعے علمِ دین سیکھنے اور نیک اعمال کی پابندی اختیار کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ ہم ہر وقت دین کی برکتوں سے فیض یاب رہیں۔

ذرائع ابلاغ (میڈیا) معاشرے کا ایک مؤثر اور طاقتور استاد ہے جس کے اثرات زندگی کے ہر پہلو پر نمایاں ہیں۔ اسی میدان میں **مدنی چینل** نے دینِ اسلام کی ترویج اور اصلاحِ امت کے لیے غیر معمولی کردار ادا کیا ہے۔ اس کے ذریعے **دعوتِ اسلامی** کا تعارف وسیع ہوا، بے شمار لوگ اس سے وابستہ ہوئے اور گھر گھر تک نیکی کی دعوت پہنچنے لگی۔

مدنی چینل ایک **برقی مبلغ** بن کر ہر خاص و عام تک علمِ دین پہنچا رہا ہے اور اس کے نتیجے میں لاکھوں افراد دین دار، باعمل اور بہتر زندگی گزارنے والے بن چکے ہیں۔

مدنی چینل کا قیام: **امیرِ اہلِ سنّت** نے دورِ حاضر کے تقاضوں کو مدِّ نظر رکھتے ہوئے **مدنی چینل** قائم کیا اور **مرکزی مجلسِ شوریٰ** کی کوششوں سے رمضان المبارک 1429 ہجری (11 ستمبر 2008) میں اس کا آغاز ہوا۔ مدنی چینل نے دیکھتے ہی دیکھتے حیرت انگیز نتائج حاصل کیے اور گھر گھر سنتوں کا پیغام عام کر دیا۔

یہ چینل علمِ دین پھیلانے کے ساتھ ساتھ بے حیائی اور فحاشی کے پھیلاؤ کے مقابلے میں روشنی کا مینار بن چکا ہے۔ مدنی چینل پر دن رات **24 گھنٹے صرف دینی پروگرام** نشر کیے جاتے ہیں، جن کے ذریعے لاکھوں افراد دین سے وابستہ ہو کر نیکی کے راستے پر آ گئے ہیں۔ یقیناً مدنی چینل دیکھنا باعثِ ثواب ہے، کیونکہ یہ ایمان تازہ کرتا، اسلامی اقدار کو اجاگر کرتا اور ہر دیکھنے والے کے لیے علمِ دین سیکھنے کا ذریعہ بنتا ہے۔

مدنی چینل کا مقصد باطل سے پاک خالص اسلام کے پیغام کو عام کرنا اور عشقِ مصطفےٰ کی شمع ہر دل میں روشن کرنا ہے۔ یہ چینل تحفظِ عقائدِ اسلام کا علمبردار بن کر بین الاقوامی سطح پر دینِ اسلام کا پیغام مؤثر اور دل نشین انداز میں دنیا کے کونے کونے تک پہنچا رہا ہے۔

مدنی چینل اپنی نوعیت کا **واحد غیر تجارتی** (نان کمرشل) اور **آئیڈیل اسلامی چینل** ہے جس پر خواتین کو نہیں دکھایا جاتا، اور جس نے فحاشی و عریانی کے سیلاب میں اصلاحِ معاشرہ کے لیے روشنی کا مینار بن کر کردار ادا کیا ہے۔ یہ چینل آج کے ذرائع ابلاغ کے شور میں **بارانِ رحمت** کی طرح ہے جو عقائد، عبادات، اخلاق، معاملات اور معاشرتی اصلاح سے متعلق موضوعات کو تحقیق و ذمہ داری کے ساتھ پیش کرتا ہے۔

یوں مدنی چینل عصرِ حاضر میں **اشاعتِ دین کا مضبوط ترین اور قابلِ اعتماد ذریعہ** بن چکا ہے۔

اللہ کرم ایسا کرے تجھ پہ جہاں میں
اے دعوتِ اسلامی تری دھوم مچی ہو

ہمیں چاہیے کہ ہم ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو اپنے نیک اعمال کا رسالہ اپنے علاقے میں ہونے والے بدھ اجتماع میں وہاں کی ذمہ دار کو جمع کروائیں۔

---

1. المجالسۃ وجواہر العلم، 1/160، رقم: 300
2. احیاء علوم الدین، 1/23 ملخصاً
3. تذکرۂ امیرِ اہلِ سنت، قسط: 4، شوقِ علمِ دین، ص 10
4. مسند امام احمد، 28/613، 614، حدیث: 17391

Go To Index

شرحِ شجرۂ

قادریہ، رضویہ، ضیائیہ، عطاریہ

محترمہ ام فیضان مدنیہ عطاریہ نگران شعبہ ماہنامہ خواتین کراچی سطح

3

سیدِ سجاد کے صدقے میں ساجد رکھ مجھے
علمِ حق دے باقرِ علمِ ہدیٰ کے واسطے

مشکل الفاظ کے معنیٰ: **سجاد:** بہت زیادہ سجدے کرنے والا۔ **ساجد:** سجدہ کرنے والا۔ **علمِ حق:** ایسا سچا علم جس سے صحیح و غلط اور حق و باطل کی پہچان ہو۔ **باقرِ علمِ ہدیٰ:** ہدایت والے علم کے ماہرِ عالم۔

مفہومِ شعر: اے اللہ! تجھے امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کا واسطہ مجھے بھی سجدہ کرنے والا بنا اور علمِ ہدایت کو کھولنے والے امام محمد باقر رحمۃ اللہ علیہ کے وسیلے سے ہمیں بھی ایسا سچا علم عطا کر جو حق وہدایت کے راستے پر چلانے والا، تیری رضا اور جنت کی طرف لے جانے والا ہو۔

شرح: اس شعر میں سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ عطاریہ کے چوتھے اور پانچویں شیخِ طریقت یعنی حضرت امام زین العابدین اور ان کے بیٹے امام محمد باقر کے وسیلے سے دعا مانگی گئی ہے، آپ دونوں اہلِ بیتِ اطہار کے عظیم بزرگ ہیں۔

اہلِ بیتِ اطہار کے وسیلے سے دعا مانگنا قضائے حاجات و مشکلات کے حل کا ذریعہ ہے، جیسا کہ قحط سالی کے دور میں حضرت عمر حضرت عباس بن عبد المطلب رضی اللہ عنہما کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے اور عرض کرتے: اے اللہ! ہم تیرے نبی کے وسیلے سے بارش کی دعا کرتے تو تُو ہم پر بارش برساتا تھا، اب ہم تیرے نبی کے چچا کو وسیلہ بناتے ہیں ہم پر بارش برسا! تو لوگ سیراب کیے جاتے تھے۔[1] معلوم ہوا کہ جو دل اہلِ بیت کے وسیلے سے اللہ پاک کو پکارتا ہے وہ کبھی خالی نہیں لوٹتا۔

حضرت امام زین العابدین: آپ کی ولادت شعبان 38 ہجری کو مدینے پاک میں ہوئی۔ آپ کا نام علی، کنیت ابو محمد، ابو الحسن، ابو القاسم اور ابو بکر ہے، جبکہ کثرتِ سجدہ وعبادت کی وجہ سے آپ کا لقب سجاد، زین العابدین اور امین ہے۔ آپ نے محرم شریف 94 ہجری میں وفات پائی۔ آپ کا مزار جنت البقیع میں ہے۔ آپ تابعی، محدث، فقیہ، عابد، سخی، زاہد، متقی، بڑے فضائل اور بلند مرتبے والے رہیں۔

حضرت امام محمد باقر: آپ 57 ہجری میں مدینے پاک میں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام محمد، کنیت ابو جعفر اور لقب باقر، شاکر اور ہادی ہے۔ آپ امام زین العابدین رحمۃ اللہ علیہ کے بیٹے ہیں۔ آپ کی وفات 7 ذو الحجہ 114 ہجری میں ہوئی۔ آپ کو بقیعِ پاک میں دفن کیا گیا۔ آپ تابعی، فقیہ اور محدث ہیں۔

آپ کا لقب باقر العلوم ہے یعنی علم کو کھولنے والے، اس کی گہرائی تک پہنچانے والے۔

علمِ حق اور علمِ ہدیٰ سے مراد ایسا علم جو صرف دنیاوی فائدے یا نمود و نمائش کے لیے نہ ہو بلکہ سیدھی راہ دکھانے والا، عمل، نجات و کامیابی کی منزل تک لے جانے والا اور اللہ کے قریب کرنے والا ہو۔ کامیابی تو اسی علم میں ہے جو اللہ اور اس کے رسول کے قرب کا ذریعہ بنے اور ایمان و نیک عمل کی طرف رہنمائی کرے۔ علم اگر عمل کے بغیر ہو تو وبالِ جان ہے اور اگر علمِ ہدیٰ ہو تو دنیا و آخرت دونوں کی کامیابی ہے۔ اللہ پاک امام زین العابدین اور امام محمد باقر کے وسیلے سے ہمیں سجدوں کی لذت اور علمِ نافع کی مٹھاس عطا کرے اور ہدایت کے راستے پر چلائے۔ اٰمِین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

(1) بخاری، 1/346، حدیث: 1010

Go To Index

مدنی مذاکرہ

بڑے عہدے پر جاکر بھی نیکی مت چھوڑو!(حکایت)

سُوال: کچھ لوگ جب کسی بڑے عہدے پر فائز ہوتے ہیں تو وہ پہلے جو نیک کام کرتے تھے ان میں سے بعض نیک کام چھوڑ دیتے ہیں لہٰذا اس حوالے سے راہ نمائی فرما دیجئے۔

جواب: حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پاس محلے کی بچیاں اپنی بکریاں لے کر حاضر ہوتیں اور آپ ان کو خوش کرنے کے لیے بکریوں کا دودھ نکال دیا کرتے تھے۔ جب آپ خلیفہ بنے تو محلے کی ایک بچی حاضر ہو کر کہنے لگی: آپ خلیفہ بن گئے ہیں لہٰذا اب آپ ہمیں بکریوں کا دودھ نکال کر نہیں دیں گے! حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ارشاد فرمایا: اب بھی میں تمہیں دودھ نکال کر دیا کروں گا اور اللہ پاک کے کرم سے مجھے یقین ہے کہ تمہارے ساتھ اسی طرح رہوں گا جیسے پہلے تھا یعنی خلیفہ بننے کے بعد بھی ایسے ہی رہوں گا جیسے پہلے تھا۔ چنانچہ حضرت ابو بکر صدیق خلیفہ بننے کے بعد بھی ان بچیوں کو بکریوں کا دودھ نکال کر دیا کرتے تھے۔[(1)]

معلوم ہوا! جب ہم کوئی نیکی کرنا شروع کریں تو کسی بھی عہدے اور منصب پر پہنچنے کے بعد اس کو نہ چھوڑیں بلکہ اس کو ہمیشہ کرتے رہیں جیسے حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ خلیفہ بننے سے پہلے بچیوں کو بکریوں کا دودھ نکال کر دیتے تھے تو خلیفہ بننے کے بعد بھی آپ نے یہ کام جاری رکھا۔ ہماری باتیں اور کام ایسے ہونے چاہئیں جو مسلمانوں کا دل خوش کریں نہ ایسے ہوں کہ ان کے دل دکھیں۔

صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا مختصر تعارف

مسلمانوں کے پہلے خلیفہ یقینی جنتی صحابی ابنِ صحابی امیر المومنین حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کا نام عبد اللہ، کنیت ابو بکر اور لقب صدیق ہے۔ آپ کے والد محترم کا نام عثمان اور کنیت ابو قحافہ ہے اور آپ کی والدہ ماجدہ کا نام سلمٰی ہے۔ حضرت ابو بکر صدیق کے والد، والدہ، بیٹے، بیٹیاں اور پوتے سب صحابی تھے بلکہ آپ کی شہزادی حضرت بی بی عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اُمُّ المومنین یعنی مومنوں کی والدہ ہیں کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے آپ سے نکاح فرمایا ہے۔

سب لوگوں سے زیادہ فائدہ پہنچانے والے صحابی

اللہ پاک کے پیارے اور آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ارشاد فرمایا: جس شخص کی صحبت اور مال نے مجھے سب لوگوں سے زیادہ فائدہ پہنچایا وہ ابو بکر بن ابو قحافہ ہیں اور اگر میں دنیا میں کسی کو خلیل یعنی دوست بناتا تو ابو بکر کو بناتا، لیکن اسلام کی محبت قائم ہے یا قائم ہو چکی ہے۔[(2)] حضور کے وصال باکمال کے بعد حضرت ابو بکر صدیق مسلمانوں کے پہلے خلیفہ بنے اور 22 جمادی الاخریٰ 13 ہجری میں آپ کا انتقال ہوا۔ حضرت عمر فاروقِ اعظم رضی اللہ عنہ نے آپ کی نماز جنازہ پڑھائی اور پھر اللہ پاک کے آخری نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی قبر شریف کے قریب ہی پہلو میں آپ دفن کیے گئے۔[(3)]

اعلانِ نبوّت سے پہلے کے ساتھی

سُوال: کیا پیارے نبی صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے اعلانِ نبوت سے پہلے بھی حضرت ابو بکر صدّیق رضی اللہ عنہ آپ کے ساتھ تھے؟

جواب: حضرت صدّیقِ اکبر رضی اللہ عنہ کا سرکارِ مدینہ صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ اعلانِ نبوّت سے پہلے بھی دوستانہ تعلق تھا۔[(4)] جب پیارے آقا نے اعلانِ نبوّت کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دی تو انہوں نے فوراً اسلام قبول کر لیا۔ حضرت صدّیقِ اکبر نے زندگی میں کبھی بت پرستی نہیں کی تھی۔[(5)]

ہجرت کے وقت صحبت پانے والے دو افراد

سُوال: مدینہ شریف کی طرف ہجرت کرتے ہوئے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے ساتھ کون کون تھے؟

جواب: دو صاحبان حضرت صدیقِ اکبر اور آپ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ ہجرت کے وقت حضور کے ساتھ تھے۔[6] حضرت صدیقِ اکبر کی شہزادی حضرت اسماء رضی اللہ عنہا کھانا پیش کرنے کے لئے غارِ ثور میں حاضر ہوتی تھیں۔ حضرت عامر غار ثور کے باہر ہوتے تھے اور آخر تک ساتھ تھے۔[7] آپ رضی اللہ عنہ غلام ہونے کے باوجود کتنے خوش نصیب تھے! سبحٰن اللہ نسبت کی بات ہے۔ حضرت عامر نمبر لے گئے اور سرکار صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے قدم چوم کر مشہور ہو گئے۔ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

قسمتِ ثور و حرا کی حرص ہے
چاہتے ہیں دل میں گہرا غار

یعنی غارِ ثور اور غارِ حرا جیسی قسمت پانے کی حرص ہے کہ یہ دونوں غار کتنے خوش نصیب ہیں کہ پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم ان کے اندر تشریف لے گئے اور انہیں اپنے قدم چومنے کی سعادت بخشی۔ کاش! ہمارے دل میں بھی کوئی غار بن جائے اور حضور اس میں کرم فرما دیں۔ غارِ ثور میں ہجرت کے وقت حضور نے قیام فرمایا تھا اور غارِ حرا میں آپ پر پہلی وحی نازل ہوئی تھی اور آپ وہیں عبادت فرماتے تھے۔[8]

اپنی جان سے بڑھ کر سرکار سے محبت

سُوال: صدیقِ اکبر حضور سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت فرماتے تھے، اس بارے میں کوئی واقعہ بیان فرما دیجیے۔

جواب: جب مکہ مکرمہ سے مدینہ منورہ ہجرت کا حکم ہوا تو حضور انور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ دونوں ساتھ روانہ ہوئے۔ جب ایک غار کے قریب پہنچے تو پہلے صدیقِ اکبر اس غار کے اندر تشریف لے گئے اور صفائی کر کے غار کے تمام سوراخوں کو بند کر دیا، ایک سوراخ کو بند کرنے کے لیے کوئی چیز نہ ملی تو آپ نے اپنے پاؤں کا انگوٹھا سوراخ میں ڈال کر اس کو بند کیا۔ پھر اپنے پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بلایا تو سرکار تشریف لے آئے اور حضرت صدیقِ اکبر کے زانو پر سر رکھ کر آرام فرمانے لگے، اتنے میں سانپ نے صدیقِ اکبر کے پاؤں مبارک کو کاٹ لیا، مگر صدیقِ اکبر عاشقِ اکبر تھے، صرف اس خیال سے کہ حضور کے آرام میں خلل نہ آئے، بالکل حرکت نہ کی یعنی ہل جل نہیں کی آخر جب زیادہ تکلیف ہوئی تو آنکھوں سے آنسو جاری ہو گئے۔ جب آنسو کے قطرے پیارے آقا کے پیارے پیارے چہرے پر نچھاور ہوئے یعنی گرے تو حضور بیدار ہوئے تو حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ نے واقعہ عرض کیا۔ اللہ کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس جگہ اپنا لعابِ دہن یعنی تھوک شریف لگا دیا جہاں سانپ نے ڈسا تھا جس کی وجہ سے فوراً آرام آ گیا۔ ایک روایت میں ہے کہ سانپ کا یہ زہر ہر سال لوٹ آتا تھا اور 12 سال تک حضرت صدیقِ اکبر کے ساتھ یہ معاملہ ہوتا رہا اور آخری مرتبہ زہر کے اثر سے آپ کی شہادت ہو گئی۔[9] معلوم ہوا کہ صحابہ کرام پیارے آقا صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم سے اپنی جان سے بھی بڑھ کر محبت فرماتے تھے، ہمیں بھی چاہیے کہ حضور سے خوب محبت کریں اور ان کی سنتوں پر چلیں۔[10]

امام الانبیا کا صدیقِ اکبر کو نوازنا

سُوال: کیا حضور صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے کبھی حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کے پیچھے نماز ادا کی ہے؟

جواب: جی ہاں! حضور نے صدیقِ اکبر کو نوازا ہے۔ امام تو سرکار ہی ہیں، بلکہ آپ تو امام الانبیا ہیں۔ بھلے حضرت صدیقِ اکبر آگے رہے، لیکن مرتبہ تو سرکار ہی کا بڑا ہے۔[11]

---

(1) تہذیب الاسماء واللغات، 2/191 (2) بخاری، 2/591، حدیث: 3904 (3) ملفوظات امیر اہل سنت، 4/246 تا 248 (4) الریاض النضرۃ، 1/84 (5) ملفوظات امیر اہل سنت، 5/167 (6) اسد الغابہ، 3/133 (7) شرح زرقانی علی المواہب، 2/128 ماخوذاً (8) ملفوظات امیر اہل سنت، 5/254، 255 (9) مدارج النبوت، 2/58 (10) ملفوظات امیر اہل سنت، 4/100 (11) ملفوظات امیر اہل سنت، 5/287

٭ نگران عالمی مجلس مشاورت
(دعوتِ اسلامی)

بیٹیوں میں خود اعتمادی کیسے پیدا کریں؟

اُمِّ میلاد عطاریہ٭

خود اعتمادی (Self-confidence) ایک ایسی ذہنی کیفیّت اور اخلاقی وَصف ہے جس میں انسان کو اپنی ذات، صلاحیتوں، اور فیصلوں پر یقین اور بھروسہ ہوتا ہے۔ یہ وصف نہ صرف پسندیدہ ہے بلکہ کامیاب زندگی گُزارنے کے لیے ضَروری بھی ہے۔ خود اعتمادی کا مطلب ہے: "اپنی صلاحیتوں کو پہچاننا، ان پر بھروسہ اور اللہ پر توکّل کے ساتھ عمل کرنا"۔ ہم اپنے بارے میں کیا سوچتے اور محسوس کرتے ہیں یہ سوچ اور احساس ہی ایک انسان کو اپنی ذات پر اعتماد دیتے ہیں یا احساس کمتری میں مبتلا کرتے ہیں۔ خود اعتمادی پر باتیں تو بہت ہوتی ہیں لیکن عموماً اس کے مطلب اور مفہوم کو نظر انداز کر کے خصوصاً بچّوں کے تناظر (Perspective) میں اس پر بہت کم گفتگو ہوتی ہے۔ بچے جیسے جیسے بڑے ہوتے ہیں وہ دوسروں کے الفاظ اور رویوں سے اپنے بارے میں رائے بنانا شروع کر دیتے ہیں، اَہم بات یہ ہے کہ والدین کے الفاظ اور رویّے بچّوں کی رائے بنانے میں سب سے زیادہ مؤثّر ہوتے ہیں۔ یہ والدین پر منحصر ہے کہ اپنے بچے کو خود اعتمادی جیسی اَہم صفت پیدا کرنے میں کیسے مدد کرتے ہیں یا انہیں احساسِ کمتری میں مبتلا شخصیت بنانے کا کام کرتے ہیں۔ خود اعتمادی بچّوں کے رویّے، ان کی ذاتی توانائی اور ہم عمر بچّوں کے پریشر کا سامنا کرنے میں اہم کردار ادا کرتی ہے، اس کے ساتھ ساتھ ان کے سیکھنے، نئی اور اصل چیزیں پیدا کرنے کی صلاحیّت اور جسمانی نشوونما کے لیے بھی اہم ہے۔ آج کے مادی اور ظاہری چمک دمک والے دَور میں بچّوں، بالُخصوص بیٹیوں کو اپنی اصل قدر و قیمت کا شُعور دینا ضَروری ہے۔ اسلامی تعلیمات اور جدید نفسیاتی اصولوں کو ملا کر ہم ایک ایسا ماحول بنا سکتے ہیں جہاں بیٹیاں نہ صرف خود کو باوقار سمجھیں بلکہ اعتماد کے ساتھ دنیا کا سامنا بھی کریں۔ بیٹی کو یہ احساس دلائیں کہ وہ اللہ کی عزّت یافتہ مخلوق ہے۔ ۞ نمَاز، دُعا اور ذِکْر سے دل کو سُکون ملتا ہے، جو اندرونی اعتماد کو مضبوط کرتا ہے۔ ہر وَقْت باوُضو رہنے کی عادت سے جہاں دیگر بے شمار فوائد و بَرکات حاصل ہوتے ہیں وہیں اِحساسِ کمتری سے بھی نجات ملتی ہے۔ (حافظہ کیسے مضبوط ہو؟ ص96) ۞ بچوں کو یہ سکھائیں کہ کامیابی صرف پیسے یا شہرت کا نام نہیں، بلکہ علم، اخلاق اور خدمتِ خلق بھی کامیابی ہے۔ ۞ بیٹیوں کو ایسی خواتین کی مثالیں دیں جنہوں نے حُصولِ علمِ دین، اور خدمت دین کے ذریعے مقام حاصل کیا۔ جیسے حضرت خدیجہ، حضرت فاطمہ، حضرت عائشہ رضی اللہ عنہن و دیگر صحابیات و ولیات یا موجودہ

دور کی باوقار مسلمان خواتین۔ ◉ گھر میں ایسا مثبت ماحول بنائیں جہاں بیٹی کی بات کو اہمیّت دی جائے، وہ کسی خوف کے بغیر اپنی بات کُھل کر کر سکے، چاہے اپنی پریشانی ہو یا کوئی بھی مسئلہ ہو وہ بااعتماد انداز سے آپ سے شئیر کرے۔ عموماً اس چیز میں کمی دیکھی گئی ہے اور بچیوں کو گھر سے باہر کوئی پریشان یا ہراساں کر رہا ہوتا ہے تو بچیاں اپنے اعتماد کی کمی یا گھر والوں کے منفی ردِ عمل سے گھبرا کر کچھ نہیں بتاتیں اور مسئلہ اُلجھتا ہوا اس بچی کی زندگی تباہی کے دہانے لے جاتا ہے۔ ◉ ان کے ساتھ حقیقی دلچسپی کا اظہار کریں، مثلاً گھر کے مختلف مسائل میں رائے پوچھیں، ان کی رائے کا احترام کریں، ان کے نظریے سے سوچ کر دیکھیے اگر اس رائے میں کوئی خرابی ہو تو اس سے بھی انہیں آگاہ کریں تاکہ انہیں اندازہ ہو سکے ان کی رائے کیسے درست ہو سکتی ہے کہاں کیا غلطی ہو رہی ہے۔ اختلافِ رائے ضرور ہو مخالفت نہ ہو، ان پر اپنا حکم تھوپنے کے بجائے انہیں دو یا زائد آپشن دیں۔ ◉ بچوں کو اپنی مثبت خاندانی روایات (جو شریعت سے نہ ٹکراتی ہوں) سے جوڑیں تاکہ وہ اپنی ذات کو مضبوط اور قابلِ فخر سمجھ سکیں، یاد رکھیں کہ بچّوں کی انفرادیت کو تسلیم کرنا اور انہیں احترام دینا، انہیں دوسروں کی ترجیحات کا احترام کرنا بھی سکھائے گا۔ ◉ بیٹی کو دوسروں سے موازنہ کرنے سے روکیں اور خود بھی ان کا کسی سے موازنہ نہ کریں کہ ایسے اُن میں خود اعتمادی ختم اور کمتری اور حسد جیسی خرابیاں زیادہ پیدا ہونے لگتی ہیں۔ انہیں سکھائیں کہ ہر انسان منفرد ہے اور اِن کی خوبیوں کا انداز الگ ہے۔ ◉ ان کی تعریف اور حوصلہ افزائی کریں: ان کی چھوٹی بڑی کامیابیوں پر خوشی منائیں اور ان کی خوبیوں کو پہچان کر ان کی تعریف کریں۔ ◉ سوشل میڈیا کے اثرات سے بچانے کے لیے تربیت دیں کہ آن لائن دنیا اکثر مصنوعی ہوتی ہے۔ ◉ بیٹی کو یہ سکھائیں کہ غلطی کرنا کمزوری نہیں، بلکہ سیکھنے کا موقع ہے۔ ◉ اپنی زندگی کی چھوٹی ناکامیوں کو اس کے ساتھ شیئر کریں تاکہ وہ جان سکے کہ ہر انسان سیکھتا ہے۔ ◉ انہیں تعلیم اور مختلف ہنر سکھائیں، آرٹ، ڈیزائن، کوکنگ یا تحریر جہاں وہ اپنی صلاحیتوں کا اظہار کر سکے، تاکہ وہ خود کو مضبوط اور قابل محسوس کریں۔ ◉ تعریفی جملے روزمرہ گفتگو میں شامل کریں: ”آپ سمجھدار ہیں“، ”اللہ نے آپ کو خاص بنایا ہے“۔ ◉ انہیں اپنے کام خود کرنے کی ترغیب دیں، صحّت کا خیال رکھنا سکھائیں، تاکہ وہ خود کو قدر کی نگاہ سے دیکھ سکیں۔ ◉ بچّوں سے محبّت کا اظہار کریں چاہے لفظوں کی لڑی کی صورت میں ہو یا سر تھپ تھپانے سے، یہ بچّوں میں خود اعتمادی کے لیے بے حد ضروری ہے۔

خود اعتمادی کی علامات ◉ انسان فیصلہ لینے میں ہچکچاہٹ محسوس نہیں کرتا ◉ ناکامی سے گھبراتا نہیں بلکہ اسے سیکھنے کا موقع سمجھتا ہے۔ ◉ اللہ پر بھروسہ رکھتے ہوئے اپنی کوشش جاری رکھتا ہے۔ ترجمۂ کنزالعرفان: ”پھر جب کسی بات کا پختہ ارادہ کرلو تو اللہ پر بھروسہ کرو۔“ (پ4، اٰلِ عمرٰن:159)

یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ خود اعتمادی اور تکبر بظاہر ایک جیسے لگ سکتے ہیں، مگر ان کے درمیان نیّت، رویّے، اور اَثرات کے اعتبار سے گہرا فرق ہے۔ اپنی صلاحیتوں پر بھروسہ اور اللہ پر توکل **”خود اعتمادی“**۔ خود کو دوسروں سے بہتر سمجھنا **”تکبر“**۔ مثبت، اصلاحی اور تعمیری نیت **”خود اعتمادی“**۔ منفی، خود پسندانہ اور تحقیر آمیز نیت **”تکبر“**۔ خود اعتمادی کا نتیجہ: عزّت، کامیابی اور لوگوں کا اعتماد۔ تکبر کا نتیجہ: ذلت، نفرت، اور اللہ کا غضب۔

عملی فرق کیسے پہچانیں؟ اگر اپنی کامیابی پر شکر ادا کرتے ہیں اور دوسروں کی عزت کرتے ہیں، تو یہ خود اعتمادی ہے۔ اگر دوسروں کو حقیر سمجھتے ہیں اور اپنی بڑائی جتاتے ہیں، تو یہ تکبر ہے۔

اللہ پاک ہم سب کو خود اعتمادی کی نعمت عطا کرے اور تکبّر سے محفوظ رکھے۔ اٰمِیْن بِجَاہِ خَاتَمِ النَّبِیّٖن صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

Go To Index

بری عادتیں (قسط 16)

محترمہ بنتِ افضل مدنیہ عطاریہ لاہور

دینی تعلیم کو ادھورا چھوڑ جانے کی وجوہات ذکر کیے جانے کا سلسلہ جاری ہے، ذیل میں بیان کردہ سلسلہ بھی ایسا ہی ہے جو علمِ دین کی برکتوں کے حصول میں رکاوٹ کا باعث ہے۔

تعلیمی امور سے متعلق چیزیں

محنت کے بغیر امتحان میں کامیابی کی امید لگانا: حضرت عبدُ اللہ بن یحیٰ بن ابی کثیر رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں نے اپنے والد کو فرماتے ہوئے سنا کہ جسم کی راحت کے ساتھ علم کا حصول ناممکن ہے۔[1] چنانچہ کامیاب اہلِ علم کی بائیو گرافی (حالات زندگی) دیکھیں تو پتہ چلتا ہے کہ انہوں نے حصولِ علم کی خاطر کیسی کیسی تکلیفیں اٹھائیں اور کن کن مراحل سے گزرے۔

تعلیمی اداروں میں امتحانات کا سلسلہ رائج کرنے کا مقصد اسٹوڈنٹس کی صلاحیتوں کو پرکھنا ہوتا ہے اور آگے نکل جانے کی لگن مزید پڑھنے اور سیکھنے کی دلچسپی بڑھاتی ہے۔

اسٹوڈنٹس کی ناکامی کا ایک سبب امتحان سے جی چرانا بھی ہے۔ ایسا انداز عموماً ان کا ہوتا ہے جو کلاس میں اپنے اسباق توجہ سے نہیں پڑھتے اور سمجھتے ہیں کہ امتحان میں بغیر محنت کے کامیاب ہو ہی جائیں گے۔ حالانکہ دنیا عالَمِ اسباب ہے، اس کی معمولی چیز بھی محنت کے بغیر نہیں ملتی تو علم جو افضل و اعلیٰ نعمتِ باری ہے وہ تکلیف اٹھائے بغیر کیسے مل جائے گی! لہٰذا ایسے اسٹوڈنٹس کو امتحان کی اہمیت کو سمجھنا چاہیے کہ امتحان کے ذریعے آگے بڑھنے کا حوصلہ ملتا ہے نہ کہ اس کو بوجھ سمجھ کر جان چھڑانے کی کوشش کی جائے، ورنہ یہ صورتِ حال علمی میدان میں ناکامی کا سبب بن سکتی ہے یا امتحان دے تو دیا لیکن مکمل ناکامی یا سپلی (ضمنی) آنے کی صورت میں بھی حوصلہ ٹوٹ جاتا ہے اور یوں تعلیمی سفر سے ہی منہ موڑ لیا جاتا ہے۔ ہونا تو یہ چاہیے کہ ناکامی کے اسباب تلاش کر کے ان کا حل نکالا جائے اور اس ناکامی کو کامیابی کی سیڑھی بنا کر آگے کا سفر جاری رکھا جائے کہ اگر اخلاص کے ساتھ کامیابی کے تقاضے پورے کئے جائیں گے تو بتوفیقِ الٰہی ناکامی سے چھٹکارا پایا جا سکتا ہے۔

سینئرز سے پوچھنے میں جھجک محسوس کرنا اور جونیئرز کو بتانے میں بخل کرنا: علم میں ترقی اور مضبوطی کا ایک بہترین ذریعہ اہلِ علم سے پوچھنا اور اپنے سے کم علم کو سکھانا بھی ہے۔

جیسا کہ حضرت عبدُ اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے: علم تلاش سے بڑھتا اور سوال سے حاصل ہوتا ہے۔ لہٰذا اس چیز کو سیکھو جسے تم نہیں جانتے اور جسے جانتے ہو اس پر عمل کرو۔[2] لہٰذا علمی ترقی کے لئے سینئرز سے پوچھنے میں عار محسوس نہ کریں، اسی طرح جونیئرز کو بتانے اور سکھانے میں بھی اکتاہٹ و بیزاری کا اظہار نہ کریں کہ حضرت خلیل بن احمد رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: لوگوں کو اس خیال سے تعلیم دو کہ خود تمہارا علم تروتازہ رہے گا اور بہت زیادہ سوالات کئے جانے سے اکتاؤ نہیں کیونکہ اس سے تم پر علم کے نئے نئے دروازے کھلیں گے۔[3]

علم کے حریص سینئرز اور جونیئرز کے امتیاز کے بغیر تکرار کے ذریعے علم کو پکا کرتے ہیں، کیونکہ اہلِ علم و حکمت کا قول ہے: جس نے علم کو چھپایا گویا کہ وہ جاہل ہے۔[4]

گھریلو مصروفیات، مثلاً: شادی وغیرہ کی وجہ سے پڑھائی موقوف کرنا: اگر اسٹوڈنٹس کا جذبہ سچا ہو تو علوم و فنون میں مہارت حاصل کرنے سے کوئی چیز نہیں روک سکتی۔ اگر حصولِ علم کی لگن سچی ہو تو راہِ علم میں آنے والے طوفانوں کو زیر کرنا کہاں

مشکل ہے! یہ انسان ہی تو ہے جس نے خدا کی دی ہوئی طاقت سے پہاڑوں کو سر کر لیا، ہواؤں پر فتح کا جھنڈا لہرا دیا، سمندروں کو تسخیر کر لیا۔ جو منزل پہ پہنچنے کا جنون رکھتے ہیں وہ راستے کے طوفانوں اور رکاوٹوں کی پروا نہیں کرتے۔ حصولِ علم کی راہ میں خود کو اتنا مضبوط کر لیجئے کہ اندرونی و بیرونی سازشیں اور داخلی و خارجی رکاوٹیں ہمیں منزل تک پہنچنے سے روک نہ سکیں۔ دورانِ تعلیم اگر کسی کی شادی ہو جائے تو علمی سفر میں کافی سستی کا مظاہرہ دیکھا جاتا ہے، یقیناً ایسے میں ذمہ داریوں میں اضافہ ہو جاتا ہے، لیکن بات ذوق، شوق، لگن اور جنون کی ہوتی ہے۔ اسٹوڈنٹ کا اپنی شادی اور گھریلو مصروفیات کے سبب یا دوسروں کے طعنوں سے پریشان ہو کر علمِ دین سے دوری اختیار کر لینا بہت بڑی محرومی کا باعث ہے۔

اصل بات ترجیحات کے تعین کی ہے، انسان جس کام کو اہم سمجھتا ہے، وہ اس کے لیے وقت اور وسائل دونوں مہیا کر لیتا ہے۔ مگر جب بات علمِ دین کے حصول کی آتی ہے تو شیطان مختلف رکاوٹیں ڈال کر غفلت پیدا کرتا ہے۔ البتہ جن کے دل میں علمِ دین کی محبت رچ بس جائے، وہ اسے حاصل کیے بغیر سکون نہیں پاتے۔

مطالعہ کی کمی: امام مالک بن انس رحمۃ اللہ علیہ کا قول ہے: جس کے پاس علم ہو اسے مزید علم سیکھنے کو نہیں چھوڑنا چاہیے۔[5] علم کا سچا طالب کبھی مطمئن نہیں ہوتا، کیونکہ مطالعہ ہی دل و دماغ کو تازگی اور وسعتِ فکر عطا کرتا ہے۔ انسان اسی وقت تک اہلِ علم کہلاتا ہے جب تک علم کی طلب باقی رہے۔ مطالعہ سے غفلت علمی اور فکری زوال کا سبب بنتی ہے، بلکہ حصولِ علم میں سب سے بڑی رکاوٹ مطالعہ کی کمی ہے، جو طلبہ خود کو کم فہم یا کم حافظہ سمجھتے ہیں، اُن کے لیے بہترین علاج کثرتِ مطالعہ اور اولیا و علمائے کرام کے شوقِ مطالعہ کے واقعات پڑھنا ہے۔ مثلاً امام ابنِ جوزی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: میں اپنا حال عرض کرتا ہوں۔ میری طبیعت کتابوں کے مطالعہ سے کسی طرح سیر نہیں ہوتی۔ جب کسی نئی کتاب پر نظر پڑ جاتی تو ایسا محسوس ہوتا کہ کوئی خزانہ ہاتھ لگ گیا ہے۔ اگر میں کہوں کہ میں نے زمانہ طالبعلمی میں 20 ہزار کتابوں کا مطالعہ کیا ہے تو تجھے بہت زیادہ معلوم ہو گا۔ مجھے ان کتابوں کے مطالعہ سے بزرگوں کے حالات و اخلاق، ان کی بلند ہمتی، قوتِ حافظہ، ذوقِ عبادت اور علومِ نادرہ کا ایسا اندازہ ہوا جو ان کتابوں کے بغیر نہیں ہو سکتا، اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ مجھے اپنے زمانے کے لوگوں کی سطح پست معلوم ہونے لگی اور اس وقت کے طالبِ علم کی کم ہمتی ظاہر ہو گئی۔ میں نے مدرسہ نظامیہ کے پورے کتب خانے کا مطالعہ کیا، جس میں 6 ہزار کتابیں ہیں۔[6]

مطالعہ کیا ہے؟ مطالعہ کا لفظ باب مفاعلہ سے ہے اور مفاعلہ میں جانبین سے برابر کے عمل کو کہتے ہیں۔ تو اب مطالعہ کا مطلب یہ ہوا کہ ادھر طالبِ علم نے کتاب پر اپنی نگاہ ڈالی ادھر کتاب نے اپنے فیوض و برکات کے ساتھ توجہ فرمائی تو یوں گویا کہ دونوں کی گہری دوستی ہو گئی۔ کتاب کے ساتھ ایسی ہی پکی اور جگری دوستی ہونی چاہیے کیونکہ علم بے وفا نہیں ہے، علم کنجوس نہیں ہے کہ جو اپنی برکات سے محروم رکھے اور دوستی کا حق ادا نہ کرے۔

بلاشبہ مطالعہ سے خود اعتمادی بڑھتی اور علوم سمجھنے اور ان کی گہرائی تک پہنچنے کی صلاحیت پیدا ہوتی ہے۔ مطالعہ کی لذت وہ چیز ہے جو دل کو دو عالَم سے بیگانہ کر دیتی ہے۔ حکیم جالینوس سے کسی نے پوچھا: آپ اپنے زمانے کے ساتھیوں میں میڈیکل کو سب سے زیادہ جاننے والے کیسے بن گئے؟ کہا: اس طرح کہ میں نے کتابوں کے مطالعہ کے لئے چراغوں کے تیل پر اتنا خرچ کیا جتنا انہوں نے شراب پینے پر خرچ کیا۔[7]

---

(1) سیر اعلام النبلاء، 6/274 (2) جامع بیان العلم و فضلہ، ص 122، رقم: 402 (3) جامع بیان العلم وفضلہ، ص 125، رقم: 411 ملخصاً (4) ادب الدنیا والدین، 126 (5) جامع بیان العلم و فضلہ، ص 133 (6) قیمۃ الزمن عند العلماء، ص 61 (7) جامع بیان العلم وفضلہ، ص 144

Go To Index

دارُالافتاء اَہلِسنّت

مفتی محمد قاسم عطاری*

دارُالافتاء اہلِ سنّت (دعوتِ اسلامی) مسلمانوں کی شرعی راہنمائی میں مصروفِ عمل ہے، تحریری، زبانی، فون اور دیگر ذرائع سے ملک و بیرونِ ملک سے ہزارہا مسلمان شرعی مسائل دریافت کرتے ہیں، جن میں سے چار منتخب فتاویٰ ذیل میں درج کیے جارہے ہیں۔

1 کیا وضو میں کینولہ یا اس کا ٹیپ ہٹانا ہو گا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلے کے بارے میں کہ جس شخص کو بار بار ڈرپ یا سرنج لگانی ہو، ڈاکٹر اسے کینولہ لگا کر ٹیپ سے لگا ہوا چھوڑ دیتے ہیں، اتارتے نہیں اور نماز کے لیے وضو کرتے ہوئے ٹیپ کے نیچے کی کھال پر سے پانی نہیں بہتا۔ سوال یہ ہے کہ کیا ایسی صورت میں وضو کے لیے کینولہ ہٹانا ضروری ہے؟ یا ٹیپ کے اوپر سے پانی بہانے سے بھی وضو ہو جائے گا؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں جس مریض کو بار بار ڈرپ یا سرنج لگانے کی ضرورت ہو، اس کے لیے وضو میں کینولہ اتارنا یا اس کی ٹیپ ہٹانا ضروری نہیں ہے، بلکہ ٹیپ کے اوپر سے پانی بہانے سے بھی وضو ہو جائے گا۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ٹیپ ہٹانے سے خون کی رگ کے اندر سوئی ہل سکتی ہے اور ڈاکٹرز سے ملی ہوئی معلومات کے مطابق ناتجربہ کار شخص ٹیپ ہٹائے، تو سوجن یا انفیکشن کا خطرہ بھی ہوتا ہے۔ نیز وہ کینولہ بھی بے کار ہو جاتا ہے اور نیا کینولہ جگہ بدل کر لگانا پڑتا ہے اور بار بار کینولہ نکال کر لگانا تکلیف کا باعث بھی بن سکتا ہے۔ لہٰذا اس مشقت و حرج کی وجہ سے مریض کو وضو میں ٹیپ کے اوپر سے پانی بہانے کی رخصت ہے اور ٹیپ ہٹا کر اس کے نیچے پانی بہانا معاف ہے۔ اس کی مثال زخم کی طرح ہے کہ اگر زخم پر پانی بہانا اور مسح کرنا بھی نقصان دیتا ہو، تو اس پر پٹی یا کپڑا باندھ کر اس کے اوپر سے پانی بہانے کا حکم ہوتا ہے، لیکن یہ یاد رہے کہ ٹیپ بقدرِ ضرورت ہی لگی ہوئی ہو، اس سے زائد ہو گی، تو زائد حصے والی جگہ کو دھونا ہی ہو گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 احرام کی نیت سے پہلے جسم پر باڈی اسپرے لگانا کیسا؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا احرام کی نیت کرنے سے پہلے جسم پر باڈی اسپرے لگا سکتے ہیں؟ تاکہ جسم سے بدبو نہ آئے۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

احرام کی نیت کرنے سے پہلے بدن یا جسم پر خوشبو لگانا سنت اور نبیِ کریم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم کے عملِ مبارک سے ثابت ہے، لہٰذا پوچھی گئی صورت میں اگر کوئی شخص بدبو سے بچنے کے لیے احرام

* نگرانِ مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، دارالافتاء اہلِ سنّت، فیضانِ مدینہ کراچی

Go To Index

کی نیت کرنے سے پہلے جسم پر باڈی اسپرے لگاتا ہے، تو یہ جائز اور درست ہے، بلکہ بہتر ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

سوال: کیا فرماتے علمائے دین اس مسئلہ کے بارے میں کہ کیا جادو کے توڑ کے لیے جادو کرواسکتے ہیں؟

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

جادو ایک شیطانی عمل ہے، جس کی مذمت پر قرآن واحادیث کی واضح نصوص موجود ہیں۔ جادو میں عموماً کفریہ اعتقاد یا اقوال وافعال پائے جاتے ہیں؛ جیسے ستاروں کو مؤثر ماننا، قرآن پاک یا دیگر معظماتِ دینیہ کی بے ادبی کرنا، اسی طرح اُن چیزوں کے ذریعے شیاطین سے مدد طلب کرنا اور ان کی خدمت کرنا جو کفر کی طرف لے جانے والی ہیں، تو بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جادو کفریات سے خالی ہو، اگر خالی ہو بھی تو یہ ایک سفلی، مذموم ناجائز کام ہے، **لہٰذا جادو کرنا اور کروانا خواہ عام حالات میں ہو یا جادو کے توڑ کے لیے، بہر صورت ناجائز و حرام اور سخت گناہ کا کام ہے، بلکہ کئی صورتوں میں کفر ہے۔** ایک مسلمان کو اپنے مسائل کے لیے قرآن و سنت کی تعلیمات کے مطابق روحانی علاج کروانا چاہیے، کہ اس میں جان کی سلامتی کے ساتھ ایمان کی بھی سلامتی ہے۔ جادو کی کوئی ایک آدھ صورت اگر کفر و حرام سے خالی بھی ہو تو وہ نادر صورت ہے جس پر حکم نہیں دیا جاتا اور بعض علماء کے کلام میں جو ایک آدھ صورت کا جواز ہے وہ اسی پر محمول ہے لیکن عمومی حکم حرام ہی کا ہے۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرع متین اس مسئلے کے بارے میں کہ میں نے اپنے ایک دوست کو کچھ رقم قرض دی تھی۔ بعد میں ایک موقع پر میں نے اس سے کہا: "مجھے پیسوں کی ضرورت نہیں، میں نے اپنا قرض معاف کردیا"، اور اس وقت میرے دوست نے کوئی جواب نہیں دیا۔ اب کچھ عرصے بعد مجھے پیسوں کی اشد ضرورت ہے، تو کیا شرعاً میرے لیے دوبارہ اس قرض کا مطالبہ کرنا جائز ہے؟ اور اگر میں مطالبہ نہ کروں اور وہ خود رقم واپس کردے، تو کیا ایسی صورت میں میرے لیے وہ رقم لینا جائز ہوگا؟ برائے کرم شرعی رہنمائی فرمائیں۔

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِکِ الْوَھَّابِ اَللّٰھُمَّ ھِدَایَۃَ الْحَقِّ وَالصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں شرعاً قرض معاف ہو چکا ہے، لہٰذا دوبارہ اس کا مطالبہ کرنا جائز نہیں۔ ہاں! اگر آپ کا دوست پھر بھی بطور تبرع (نیکی کے طور پر) رقم دینا چاہے، تو آپ کے لئے وہ رقم لینا جائز ہے۔

البتہ اگر قرائن وغیرہ کی رُو سے ظاہر ہو جائے کہ وہ رقم کی ادائیگی اس گمان میں کر رہا ہے کہ قرض اب بھی اس کے ذمہ باقی ہے، تو آپ پر لازم ہے کہ اُسے بتائیں کہ شرعاً قرض معاف ہو چکا ہے۔ ایسی صورت میں اُسے بتائے بغیر رقم لینا ناجائز ہے اور اگر لے لیا تو واپس کرنا لازم ہو گا۔ ہاں! اگر بتانے کے بعد بھی وہ دینے پر راضی رہے، تو اب لینے میں کوئی حرج نہیں لیکن یہ قرض کی واپسی نہیں ہوگی بلکہ اس کی طرف سے احسان ہو گا۔

جب قرض خواہ مقروض کو قرض ہبہ یا معاف کر دے، تو شرعا قرض معاف ہو جاتا ہے، اس کے نفاذ میں مقروض کے قبول کی حاجت نہیں ہوتی۔ بس اتنا ضروری ہوتا ہے کہ وہ رد نہ کرے۔

اگر کوئی مسلمان کسی دوسرے شخص کو یہ سمجھ کر کچھ دے کہ دینا مجھ پر لازم ہے لیکن حقیقتا اس پر لازم نہ ہو، اور دوسرا شخص یہ جانتا بھی ہو، تو دوسرے شخص کے لئے اس کا لینا ناجائز و حرام ہے۔ اگر پھر بھی لے لیتا ہے تو اس کی ملک میں داخل نہیں ہو گا اور بہر حال اسے واپس کرنا لازم رہے گا۔

وَاللّٰہُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ والہٖ وسلَّم

Go To Index

اسلامی بہنوں کے شرعی مسائل

مفتی محمد قاسم عطاری ٭ نگرانِ مجلس تحقیقاتِ شرعیہ، دارالافتاء اہلِ سنت، فیضانِ مدینہ کراچی

1 سجدہ میں عورت بوجہ عذر پیٹ رانوں سے نہ لگائے تو؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک ایسی خاتون کہ جو اُمید سے ہے، اُسے سجدہ کرتے ہوئے اپنے پیٹ کو رانوں کے ساتھ لگانے میں تکلیف اور آزمائش کا سامنا ہے۔ عام حالت میں تو ممکن تھا، مگر اب حمل کا ساتواں ماہ ہے، جس کے سبب معمول کے مطابق سجدہ کرنا مشکل ہے۔ کیا وہ پیٹ کو رانوں کے ساتھ مس کیے بغیر کچھ اونچی رہ کر، یعنی پیٹ کو کچھ اوپر رکھ کر سجدہ کر سکتی ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

اگر عورت کو اُمید سے ہونے یا کسی بھی دوسرے عذر کے سبب پیٹ کو رانوں کے ساتھ لگانا دشوار اور تکلیف دِہ ہو تو پیٹ کو رانوں سے جدا رکھ کر سجدہ کر سکتی ہے۔ اِس میں شرعاً کوئی حرج نہیں، کیونکہ عورت کے حق میں سمٹ کر رانوں کو پیٹ سے لگاتے ہوئے سجدہ کرنا سجدے کی سنتوں میں سے ہے۔ فقہاءِ دین نے عورت کی کیفیتِ سجدہ بیان کرتے ہوئے "ینبغی للمرأۃ" اور "السنۃ فی حقھا" کے جملے استعمال کیے ہیں، جو اِس طریقے کے **"سنتِ سجدہ"** ہونے کی دلیل ہے، لہٰذا عذر کے سبب اِس انداز کو چھوڑنے کی بھی اجازت ہے، بلکہ جب اس کے بغیر ممکن نہیں تو ایسا کرنا ضروری ہو گا، نیز ہمارا دینِ اسلام مرد و عورت کو اُن کی طاقت وحالت کے مطابق ہی مکلف بناتا ہے، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: ﴿ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ﴾ ترجمۂ کنزالعرفان: اللہ کسی جان پر اس کی طاقت کے برابر ہی بوجھ ڈالتا ہے۔ (سورۃ البقرۃ، پارہ3، آیت286)

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

2 کیا دورانِ نفاس ادا کی گئی نماز و نفلی روزہ کی قضا ہے؟

سوال: کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیانِ شرعِ متین اس مسئلہ کے بارے میں کہ ایک عورت کو پہلے بچہ کی ولادت کے بعد چند دن خون آکر رُک گیا۔ چند دن انتظار کرنے کے بعد، یہ سمجھ کر کہ اب دوبارہ خون نہیں آئے گا، اُس عورت نے غسل کر کے نمازیں پڑھنا شروع کر دیں، چونکہ محرم کا مہینہ تھا اس لئے نفلی روزے بھی رکھنا شروع کر دیے، لیکن چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے، مثلاً اکتیسویں دن دوبارہ خون آگیا اور چند دن آکر چالیس دن کے اندر مکمل طور پر رُک گیا۔ اب سوال یہ ہے کہ مذکورہ عورت نے اُس وقفہ کے دوران جو نمازیں پڑھیں اور نفلی روزے رکھے، تو کیا وہ شرعاً درست تھے یا اُن کی قضا لازم ہے؟ نیز روزے کی حالت میں جو دوبارہ خون آیا، تو کیا وہ روزہ ٹوٹ گیا؟ اور اگر ٹوٹ گیا، تو کیا اُس کی قضا لازم ہے؟

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْجَوَابُ بِعَوْنِ الْمَلِكِ الْوَهَّابِ اَللّٰهُمَّ هِدَایَةَ الْحَقِّ وَ الصَّوَابِ

پوچھی گئی صورت میں مذکورہ عورت کی نمازیں اور روزے نہیں ہوئے اور نہ ہی اُس پر ان کی قضا لازم ہے، یونہی ایامِ نفاس میں جس نفلی روزے کے دوران نفاس کا خون آیا، اُس کی بھی قضا لازم نہیں ہے کہ وہ روزہ شروع ہی نہیں ہوا۔

مسئلہ کی تفصیل یہ ہے کہ بچہ کی ولادت کے بعد چالیس دن مکمل ہونے سے پہلے خون رُک جائے اور کچھ دن کے وقفہ کے بعد چالیس دن کے اندر (مثلاً اکتیسویں دن) دوبارہ خون آجائے، تو شرعی طور پر بچہ کی پیدائش سے لے کر آخری خون کے بند ہونے تک کا پورا عرصہ نفاس شمار ہو گا، خواہ درمیان کے کچھ دنوں میں خون نہ آیا ہو، اس دوران عورت نے جو نمازیں ادا کیں یا روزے رکھے، تو وہ نہ ہوئے کہ یہ عبادات حالتِ نفاس میں ادا کی گئیں، جبکہ نفاس نماز و روزہ دونوں سے مانع ہے، لہٰذا پاک ہونے کے بعد بھی ان کی قضا لازم نہیں، البتہ اگر فرض، واجب روزے ہوتے، تو شرعاً لازم ہونے کی وجہ سے ان کی قضا لازم ہوتی۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ عَزَّوَجَلَّ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَم صلَّی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلَّم

میت کی رسومات (قسط 6)

محترمہ بنتِ منصور مدنیہ عطاریہ
معلمہ جامعۃ المدینہ گرلز E.1 جوہر ٹاؤن لاہور

میت کی رسومات کا بیان جاری ہے، مزید رسومات یہ ہیں:

غسلِ میت کے دوران دعائیں کلمے پڑھنا: بعض خواتین میں یہ بات بھی رائج ہے کہ غسلِ میت کے دوران نہلانے کے علاوہ کچھ کلمے و دعائیں وغیرہ بھی پڑھنی ضروری ہیں کہ ان کے بغیر پاکی حاصل نہیں ہو گی، ایسا ہر گز نہیں ہے۔ غسل کے دوران پانی ڈالتے وقت دعائیں یا کلمے وغیرہ پڑھنا ضروری نہیں، پانی سے پاکی حاصل ہو جائے گی۔[1]

تختے پر غسل دینا: عموماً غسل کے لیے مسجد سے ایک تختہ لایا جاتا ہے، جس پر میت کو غسل دیا جاتا ہے، یہ بہتر طریقہ ہے کہ غسلِ میت کے لیے کوئی چیز مختص کر لی جائے اور اسی پر غسل دیا جائے، لیکن اگر تختہ نہ ہو تو گھر کی چارپائی پر بھی غسل دے سکتی ہیں مگر بعد میں اس چارپائی کو ضائع نہ کر دیا جائے کہ یہ اسراف ہے۔[2]

غسلِ میت میں پائی جانے والی ایک بے احتیاطی: عموماً غسل دینے والیاں غسل دیتے ہوئے پانی کے مستعمل ہونے نہ ہونے کا خیال نہیں کرتیں یا اگر غسل دینے والی تربیت یافتہ ہو تو اس کی مددگار اسلامی بہن اپنی لاعلمی کی وجہ سے سمجھانے کے باوجود عدمِ توجہی سے کام لیتی ہے، وہ کبھی بے وضو بے دھلا ہاتھ پانی میں ڈال دیتی ہے تو کبھی پانی کی چھینٹیں غسل کے لیے رکھی بالٹی میں جا رہی ہوتی ہیں، جس کے سبب بسا اوقات پانی مستعمل ہو جاتا ہے اور مستعمل پانی سے غسلِ میت دینے کے متعلق حکمِ شرعی یہ ہے کہ مستعمل پانی سے میت کو غسل نہیں دیا جا سکتا کہ میت کا غسل نجاستِ حکمیہ کو دور کرنے کے لیے ہوتا ہے اور مستعمل پانی نجاستِ حکمیہ کو پاک نہیں کرتا۔[3] لہٰذا پانی کے مستعمل ہو جانے کے سبب اگر اسی پانی سے غسل دیا تو غسل درست نہیں ہو سکے گا۔ اس لیے خواتین جو غسلِ میت میں مدد کرنے والی ہوں ان سمیت غسل دینے والی کو بھی چاہیے کہ سبھی اس بات کا بھرپور خیال رکھیں کہ پانی مستعمل نہ ہو۔

میت کے غیر ضروری بال و ناخن اتارنا: عوام میں مشہور ہے کہ میت کو بڑا غسل دینا (یعنی غیر ضروری بال کاٹنا) ضروری ہوتا ہے، ایسا نہ کریں تو گناہ گار ہوں گے، ہمارے معاشرے میں اسلامی معلومات کی کمی کی بنا پر بعض ایسی بالکل غلط اور خلافِ شرع باتیں مشہور ہیں، علمانے اس سے واضح طور پر منع کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ انہیں کاٹنا مکروہ تحریمی و ناجائز ہے۔[4] جبکہ میت کے ناخن تراشنے کے حوالے سے فتاویٰ رضویہ میں ہے: میت کے ناخن نہ تراشے جائیں مگر جو ٹوٹا ہُوا ہے، نہ ہی بال تراشے جائیں، نہ ختنہ کیا جائے۔[5] اگر کسی نے ناخن تراشے یا بال کاٹ لیے تو اب وہ کفن میں رکھ دیئے جائیں۔[6]

آبِ زم زم سے میت کو غسل دینا یا چھڑکاؤ کرنا: اکثر جگہوں پر حصولِ برکت کے لیے میت کو آبِ زم زم سے غسل دینے یا بعدِ غسل زم زم سے چھڑکاؤ کا رجحان نظر آتا ہے جبکہ بعض اس کو برا سمجھتے اور آبِ زم زم کی بے ادبی جانتے ہیں۔ چنانچہ علمائے اہلسنت میت کو آبِ زم زم سے غسل دینے کے متعلق فرماتے ہیں کہ تحقیقی قول کے مطابق تو آبِ زم زم سے میت کو غسل دینا بلا کراہت جائز ہے، لیکن جب عامہ مشائخ میت کو نجس مانتے ہیں تو احتیاط اسی میں ہے کہ زمزم کے پانی سے میت کو اولاً غسل نہ دیا جائے بلکہ پہلے دوسرے پانی سے

میت کو مکمل غسل دے دیا جائے پھر غسل دینے کے بعد بطور تبرک اس پر آبِ زم زم کا چھڑکاؤ کر دیا جائے۔[7]

غسلِ میت کے بعد میت کے ناک، کان میں روئی رکھنا: میت کو غسل دینے کے بعد بعض لوگ بلاوجہ ناک و کان میں روئی رکھ دیتے ہیں اگر ایسا کرنا کسی وجہ سے ہو مثلاً وفات کے بعد میت کی ناک، منہ یا کان سے خون جاری ہو تو ٹھیک ہے اور اگر کسی مقصد کے بغیر رکھ دی تو بھی حرج نہیں، البتہ بہتر یہی ہے کہ نہ رکھیں۔[8]

میت کے بالوں میں کنگھی کرنا: بعض خواتین میت کے غسل کے بعد اس کے بالوں میں کنگھی کرتی ہیں، ایسا نہیں کرنا چاہیے کہ میت کے بالوں میں کنگھی کرنا ناجائز و مکروہِ تحریمی ہے۔[9]

قریبی خواتین کا برتن بھر کے میت پر پانی ڈالنا: جب غسل ہو جاتا ہے تو بعض جگہوں پر یہ رواج بھی ہے کہ قریبی رشتے دار خواتین میت پر پانی ڈالنے کا تقاضا کرتی ہیں۔ یاد رہے کہ غسلِ میت کے بعد میت پر پانی بلاوجہ بہانا پانی کا اسراف ہے اور اسراف ناجائز و گناہ ہے۔ اگر قریبی خواتین بلانیتِ ثواب صرف رواج کے طور پر ایسا کرتی ہیں تو ثواب نہیں پائیں گی اور اگر یہ ثواب کے حصول کے لیے کرنا چاہتی ہیں کہ وہ بھی غسل دینے والیوں میں شامل ہو جائیں اور اجر پائیں تو غسل دینی والی کو چاہیے کہ وہ غسل مکمل ہونے سے پہلے ایسی خواہشمند خواتین کو پہلے ہی بلالیں، یا بعد میں کافور کا پانی ڈلوانے کے لیے بلالیں۔

میت کو سرمہ لگانا: بعض لوگ میت کو سرمہ لگانا ضروری سمجھتے ہیں، بازار سے جو کفن دفن کا سامان ملتا ہے اس میں بھی یہ موجود ہوتا ہے، لہٰذا میت کو سرمہ / کاجل لگا دیتے ہیں۔ ایسا نہیں کرنا چاہیے، کیونکہ غسلِ میت کے بعد میت کی آنکھوں میں سرمہ لگانا خلافِ سنت ہے۔[10]

کنوری لڑکی کی میت کو دلہن کی طرح سجانا: کچھ علاقوں میں یہ طریقہ رائج ہے کہ جس لڑکی کی شادی نہیں ہوئی ہوتی اور وہ انتقال کر جائے تو اسے دلہن کی طرح سجاتی یعنی Makeup کرتی ہیں، بعض جگہوں پر شادی شدہ و غیر شادی شدہ دونوں کے ساتھ ایسا کیا جاتا ہے، نیز بعض جگہ خواتین کی میت کو مہندی لگائی جاتی ہے۔ چنانچہ حکمِ شرعی یہ ہے کہ مرنے کے بعد زینت کرنا (میک اپ اور مہندی وغیرہ لگانا) ناجائز ہے۔[11]

میت کے ہاتھوں کو سینے پر رکھنا: بعض لوگ میت کے ہاتھوں کو سینے پر یا ناف کے نیچے رکھتے ہیں، سینے پر رکھنے کی ممانعت ہے کہ یہ کفار کا طریقہ ہے اور ناف کے نیچے بھی نہیں رکھنا چاہیے بلکہ میت کے دونوں ہاتھوں کو کروٹوں میں رکھیں۔[12]

کیا میت کو غسل دینے سے غسل واجب ہوتا ہے؟ بعض خواتین یہ گمان کرتی ہیں کہ جس نے میت کو غسل دیا اس پر غسل لازم ہو گیا، ایسا نہیں ہے۔ ہاں! البتہ! غسلِ میت کے بعد غسل دینے والی کو غسل کرنا مستحب ہے۔[13] ہاں! اگر کہیں بدن پر نجاست لگ گئی تو اس نجاست کی جگہ کو پاک کرنا ہو گا۔

میت کو غسل دینے کے بعد گھڑا توڑ دینا: اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ سے سُوال کیا گیا کہ گھڑے، بدھنے (یعنی لوٹے) میّت کو غسل دینے کے بعد پھوڑ ڈالنا جائز ہے یا نہیں؟ اعلیٰ حضرت نے جواب دیا: گناہ ہے کہ بلاوجہ تضییعِ مال (یعنی مال کو ضائع کرنا) ہے کہ اگر وہ ناپاک بھی ہو جائیں تاہم پاک کر لینا ممکن اور اگر یہ خیال کیا جائے کہ ان سے مُردے کو نہلایا ہے تو ان میں نحوست آ گئی تو یہ خیال اوہامِ کفارِ ہند (یعنی ہند کے غیر مسلموں کے وہموں) سے بہت ملتا ہے۔[14] اس لیے اگر غسلِ میت میں استعمال شدہ برتن نجس بھی ہو گئے تو دھو کر استعمال کر لینے میں حرج نہیں۔

(جاری ہے۔۔۔)

---

(1) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص92 (2) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص93 ملخصاً (3) فتاویٰ اہلسنت غیر مطبوعہ، فتویٰ نمبر: Nor-13222 (4) بہار شریعت، 1/816، حصہ:4 ملخصاً (5) فتاویٰ رضویہ، 9/91 (6) بہار شریعت، 1/816، حصہ:4 ملخصاً (7) میت کے احکام، ص39 (8) بہار شریعت، 1/816، حصہ:4 (9) فرض علوم سیکھیے، ص439 (10) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص93 (11) تجہیز و تکفین کا طریقہ، ص95 (12) بہار شریعت، 1/816، حصہ:4 (13) میت کے غسل و کفن کا طریقہ، ص9 (14) فتاویٰ رضویہ، 9/98

صلح کروانا

اُمِّ انس عطاریہ
رکن انٹرنیشنل افیئرز ڈیپارٹمنٹ

ہر انسان کی طبیعت مزاج مختلف ہوتا ہے، اسی طبعی فرق کی وجہ سے اکثر باہمی معاملات و تعلقات میں غلط فہمیاں پیدا ہو جاتی ہیں اور یہ بڑھتے بڑھتے نفرت و دشمنی، رشتہ ٹوٹنے، لڑائی جھگڑے یہاں تک کہ قتل و غارت تک کا روپ دھار لیتی ہیں، پھر برسوں کی محبت نفرت میں بدل جاتی ہے، سالوں کی دوریاں پیدا ہو جاتی ہیں، بول چال بند، خوشی غمی میں شرکت ختم، خاندانوں کے خاندان اجڑ جاتے ہیں، ایسے میں اگر کوئی تیسرا فرد آکر اپنا مثبت کردار ادا کرے اور دونوں فریق میں صلح صفائی کروا دے تو ٹوٹے ہوئے دل جڑ جاتے ہیں، کبھی برسوں کی نفرت محبت میں بدل جاتی ہے، دوریاں ختم ہو جاتی ہیں، ماحول اچھا ہو جاتا ہے اور دلوں میں خوشیاں داخل ہو جاتی ہیں۔ اس کے علاوہ غیبت، چغلی، بہتان تراشی اور دل دکھانے جیسے بہت سارے گناہوں سے بھی بچت ہو جاتی ہے۔

اسی لیے اسلام ہمیں دلوں کو جوڑنے اور باہم محبت سے رہنے کا درس دیتا ہے، لہٰذا اگر دیکھیں کہ دو فرد آپس میں ایک دوسرے سے ناراض ہو گئے ہیں تو کوشش کر کے ان کی ناراضی کو ختم کروایا جائے نہ کہ مزید ان دونوں کے درمیان نفرت کو بڑھایا جائے، کیونکہ صلح اللہ پاک کو اپنے بندوں کے اعمال میں سے پسندیدہ ترین عمل ہے۔ قرآنِ مجید میں صلح کی اہمیت پر زور دیا گیا ہے اور اس کی بہت زیادہ ترغیب دلائی گئی ہے، جیسا کہ ارشاد ہوتا ہے: اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْكُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۠ (پ26، الحجرات:10) ترجمہ: صرف مسلمان بھائی بھائی ہیں تو اپنے دو بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرو تاکہ تم پر رحمت ہو۔

ایک روایت میں ہے کہ سب سے افضل صدقہ روٹھے ہوئے لوگوں میں صلح کرادینا ہے۔[1]

اللہ پاک اور اس کے حبیب صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو صلح کتنی پسند ہے، اس کا اندازہ اس روایت سے لگائیے کہ ایک روز حضور مسکرائے تو حضرت عمر کے پوچھنے پر ارشاد فرمایا: قیامت کے دن میرے دو اُمتی اللہ کی بارگاہ میں پیش ہوں گے، ایک مظلوم، دوسرا ظالم۔ مظلوم انصاف طلب کرے گا، مگر ظالم کے پاس کوئی نیکی باقی نہ ہوگی، تو وہ عرض کرے گا کہ میرے گناہ اس کے ذمے ڈال دیئے جائیں۔ یہ منظر بیان کر کے حضور رو پڑے اور فرمایا کہ وہ دن بہت سخت ہوگا، جب ہر شخص اپنے گناہوں کے بوجھ سے نجات چاہے گا۔ پھر اللہ پاک مظلوم کو جنت کے محلات دکھا کر فرمائے گا: اگر تُو اپنے بھائی کو معاف کر دے تو یہ تیرے لیے ہیں۔ مظلوم کہے گا: اے رب! میں نے اپنے تمام حقوق معاف کیے۔ اللہ پاک فرمائے گا: اپنے بھائی کا ہاتھ پکڑو اور دونوں جنت میں داخل ہو جاؤ۔ پھر حضور نے فرمایا: اللہ پاک سے ڈرو اور مخلوق میں صلح کرواؤ کیونکہ اللہ پاک بھی بروزِ قیامت مسلمانوں میں صلح کروائے گا۔[2]

معلوم ہوا! روٹھوں میں صلح کروانا اللہ پاک کو پسند ہے، اس لیے ہمیں بھی اختلافات مٹانے کی کوشش کرنی چاہیے۔ افسوس کہ آج لوگ صلح کرانے کے بجائے دوسروں کی لڑائی بڑھانے میں لطف محسوس کرتے ہیں اور لاتعلقی کا رویہ اختیار کرتے ہیں۔ اسی منفی سوچ کے باعث گھروں میں ناچاقیاں بڑھ رہی ہیں، طلاقوں کی شرح میں اضافہ ہو رہا ہے اور خاندان تباہ ہو رہے ہیں۔

صلح کروانے کا طریقہ: فریقین میں صلح کروانے کے لیے ضروری ہے کہ دونوں کی بات الگ الگ سن کر غیر جانبدار رہتے ہوئے

فیصلہ کیا جائے۔ غلط فہمیاں دور کی جائیں، اصلاح کی کوشش کی جائے، صلح کے فضائل اور روٹھنے کے نقصانات بیان کیے جائیں۔ گھریلو ناچاقیوں میں بھی یہی رویہ اختیار کرنا چاہیے، مثلاً اگر بھابھی روٹھ جائے تو اسے اور بھائی دونوں کو سمجھا کر گھر ٹوٹنے سے بچایا جائے۔ اسی طرح بہن بھائیوں میں ناراضی ہو تو ان کی پچھلی محبت اور خوشگوار یادیں یاد دلا کر میل جول بحال کرایا جائے۔ صلح رحمت ہے اور شیطان لوگوں میں لڑائی کروا کر غیبت، چغلی اور بدگمانی جیسے گناہوں میں مبتلا کرتا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ صلح کے ذریعے خاندان کو شیطان کے وار سے محفوظ رکھا جائے۔

☆ پہلے زمانے میں خاندانوں میں جدائیاں کم ہوتی تھیں، کیونکہ ہر خاندان یا برادری میں ایک بزرگ، چوہدری یا پنچ ہوتا تھا جس کی بات سب مانتے اور وہ اختلافات کو ختم کر دیتا تھا۔ آج یہ نظام ختم ہو گیا ہے، ہر شخص خود کو بڑا سمجھتا ہے، اسی وجہ سے ناچاقیاں اور بگاڑ بڑھ گئے ہیں۔ ☆ گھروں اور محلوں میں امن قائم رکھنے کے لیے ضروری ہے کہ **کسی سمجھدار اور باکردار فرد** کو صلح صفائی کا ذمہ دار بنایا جائے، مثلاً خاندان میں بڑی بہن، بڑا بھائی، تایا یا پھوپی وغیرہ جو انصاف اور سمجھ داری سے معاملات سلجھائے۔ ☆ محلوں میں بھی چند معتبر افراد ہوں جو اختلافات مٹانے میں کردار ادا کریں تاکہ **برادری متحد اور خوشحال** رہے۔ ☆ جن خاندانوں میں بڑے موجود ہوں اور وہ اپنا **بڑاپن** نبھائیں، وہاں رشتے ٹوٹنے سے بچ جاتے ہیں۔ لیکن افسوس کہ آج والدین کے انتقال کے بعد بہن بھائی بکھر جاتے ہیں، محبتیں ختم ہو جاتی ہیں۔ اگر سب مل جل کر بیٹھنے کی عادت ڈالیں تو خاندانوں میں پھر سے وہی محبت اور یکجہتی لوٹ آئے گی۔ واقعی! **جب بہن کے چہرے پر ماں مسکراتی نظر آئے اور بھائی کے لبوں پر باپ بولتا محسوس ہو، تو خاندانوں میں رشتوں کی حرارت ہمیشہ قائم رہتی ہے۔**

کیا صلح کروانا گناہ بھی ہو سکتا ہے؟ صلح کروانا وہی جائز ہے جس میں شرعاً کوئی برائی نہ ہو جیسا کہ ایک روایت میں ہے: **مسلمانوں کے درمیان صلح کروانا جائز ہے مگر وہ صلح جائز نہیں جو حرام کو حلال کر دے یا حلال کو حرام کر دے۔**[3] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس کی شرح میں فرماتے ہیں: زَوجَین (میاں بیوی) میں اس طرح صلح کروائی جائے کہ خاوند (شوہر) اس عورت کی سوکن (دوسری بیوی) کے پاس نہ جائے گا یا مسلمان مقروض اس قدر شراب اور سود اپنے کافر قرض خواہ کو دے گا۔ پہلی صورت میں حلال کو حرام کیا گیا، دوسری صورت میں حرام کو حلال اس قسم کی صلح حرام ہے جن کا توڑ دینا واجب ہے۔[4] اسی طرح بعض لاعلم بڑے بوڑھے تین طلاق ہو جانے کے بعد دونوں کو بٹھا کر صلح کروا دیتے ہیں یوں وہ حرام کو حلال کر دیتے ہیں اور ساری زندگی حرام کاری میں گزرتی ہے اگر کہیں طلاق وغیرہ کے معاملات آجائیں تو اس معاملے میں فوراً دارالافتا اہلسنت سے رابطہ کیا جائے خود سے کوئی بھی فیصلہ نہ کیا جائے۔

صلح کروانے کے دینی اور دنیاوی فوائد: جب ناراض لوگوں میں صلح قائم ہو جائے تو کھوئی ہوئی خوشیاں لوٹ آتی ہیں، گھر امن و سکون کے گہوارے بن جاتے ہیں اور معاشرتی خوشحالی جنم لیتی ہے۔ ایسا ماحول نہ صرف ذہنی و قلبی سکون عطا کرتا ہے بلکہ صحت پر بھی مثبت اثر ڈالتا ہے۔ محبتوں والے گھرانوں میں فضول سوچوں سے نجات، گناہوں سے حفاظت اور عبادت میں لذت نصیب ہوتی ہے۔ جب رشتوں میں پیار و الفت ہو تو لوگ ایک دوسرے کو خوش رکھنے کی کوشش کرتے ہیں اور ایک روایت کے مطابق **اللہ پاک کے نزدیک فرائض کے بعد سب سے افضل عمل کسی مسلمان کا دل خوش کرنا ہے۔**[5] چنانچہ جب بھی کہیں ناچاقیاں ہو جائیں تو کوشش کر کے صلح کروایئے، محبتیں بڑھایئے اور خوب خوب اجر و ثواب پایئے۔

---

(1) ترغیب و ترہیب، 3/321، حدیث:6 (2) مستدرک، 5/795، حدیث:8758 ملخصاً (3) ابو داود، 3/425، حدیث:3594 (4) مراٰۃ المناجیح، 4/303 (5) معجم کبیر، 11/59، حدیث:11079

جھگڑا کروانا

(نئی رائٹرز کی حوصلہ افزائی کے لئے یہ دو مضمون 42ویں تحریری مقابلے سے منتخب کر کے ضروری ترمیم و اضافے کے بعد پیش کیے جا رہے ہیں۔)

(فرسٹ پوزیشن) محترمہ بنتِ یعفور رضا عطاریہ
(درجہ خامسہ: جامعۃ المدینہ E1 جوہر ٹاؤن لاہور)

جھگڑا کروانا، لوگوں کو لڑوانا، فساد ڈالنا وغیرہ نہایت ہی برے اور شیطانی کام ہیں۔ اللہ پاک ارشاد فرماتا ہے: اِنَّمَا یُرِیْدُ الشَّیْطٰنُ اَنْ یُّوْقِعَ بَیْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَ الْبَغْضَآءَ فِی الْخَمْرِ وَ الْمَیْسِرِ (پ7، المائدۃ: 91) ترجمہ: شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ شراب اور جوئے کے ذریعے تمہارے درمیان دشمنی اور بغض و کینہ ڈال دے۔ جھگڑا کروانا اور یہ پسند کرنا کہ فلاں کا فلاں سے جھگڑا ہو جائے، ان میں دشمنی ہو جائے شیطان کا کام اور اس کو خوش کرنا ہے نیز جھگڑا کروانے سے مسلمانوں میں دشمنیاں پیدا ہوتی ہیں اور انہیں نقصان پہنچتا ہے، جبکہ حدیثِ پاک میں ہے: مسلمان وہ ہے جس کی زبان و ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔[1]

جھگڑا کروانے کے اثرات: جھگڑا کروانے کے کئی برے اثرات ظاہر ہوتے ہیں، مثلاً جھگڑا قوموں کو تباہ کر دیتا ہے، دو بھائیوں میں رنجشیں ڈال دیتا ہے یہاں تک کہ وہ سالوں ایک دوسرے سے بات نہیں کرتے، میاں بیوی کے جھگڑے سے بچوں پر منفی اثر پڑتا ہے بسا اوقات طلاق تک بات پہنچ جاتی ہے اور ایک آباد گھر اجڑ جاتا ہے، دوستی دشمنی میں تبدیل ہو جاتی ہے، جھگڑے کے معاشرے پر بھی بہت برے اثرات پڑتے ہیں، اس سے نااِتّفاقیاں، دشمنیاں اور دوریاں پیدا ہوتی اور رشتہ داریاں ٹوٹتی ہیں۔

جھگڑا کروانے کی وجوہات: جھگڑا کروانے کی مختلف وجوہات ہو سکتی ہیں جیسا کہ حسد، چغل خوری کی عادت کہ چغل خور اکثر لوگوں کی ایسی باتیں دوسروں کو بتاتا ہے جس سے فساد اور لڑائی جھگڑے ہوتے ہیں، اس کے علاوہ بغض و کینہ، بدگمانی، غیبت، الزامات لگانا اور خود غرضی وغیرہ بھی جھگڑا کروانے کے اسباب بنتے ہیں۔

جھگڑا کروانے سے کیسے بچیں؟ اس کے اسباب و وجوہات پر غور کیجئے اور ان سے بچیے، دوسروں کے معاملات سے دور رہیے، قرآن و حدیث میں ذکر کیے گئے جھگڑے اور چغلی و بہتان وغیرہ کے ہولناک عذابات کا مطالعہ کیجئے، حقوق العباد کے معاملے میں اللہ پاک سے ڈریے اور خوفِ خدا پیدا کیجئے، اپنے دل کو مسلمانوں کے لیے صاف رکھیے، بغض و کینہ، دشمنی وغیرہ کو ختم کر دیجئے، لڑائی جھگڑوں کے نقصانات پر غور کیجئے کہ اس سے گھر تک اجڑ سکتے ہیں، بہن بھائیوں کے درمیان ناراضی ہو سکتی ہے، صلح کے فضائل اور انعامات کو پیشِ نظر رکھیے، ذکر اللہ میں مشغول رہیے کہ جب اللہ پاک کی یاد میں مشغول رہیں گی تو کسی کو نقصان پہنچانے سے پہلے اللہ پاک کی پکڑ یاد آئے گی۔ اللہ پاک ہمیں مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے سے محفوظ رکھے اور حقوق العباد کی ادائیگی کی توفیق عطا فرمائے۔

اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

محترمہ بنتِ محمد آصف اقبال
(درجہ ثانیہ: جامعۃ المدینہ بہارِ شریعت نواب شاہ سندھ)

اسلامی معاشرہ محبت، اخوت اور رواداری پر قائم رہتا ہے اور انہی خوبیوں سے امن و اتحاد پروان چڑھتا ہے۔ جب یہ اوصاف ختم ہو جائیں تو معاشرہ خرابی اور بے سکونی کا شکار ہو جاتا ہے۔ ان تباہ کن عادات میں سب سے خطرناک عمل جھگڑا کروانا ہے، جو افراد، خاندانوں اور معاشروں کو ٹوٹ پھوٹ کا شکار کر دیتا ہے۔

اس کے بر عکس اسلام صلح صفائی اور میل جول کی تعلیم دیتا ہے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا: کیا میں تمہیں روزہ، نماز اور صدقے سے بھی افضل عمل نہ بتاؤں؟ صحابہ نے عرض کی: جی ہاں، ضرور بتائیے! فرمایا: آپس میں روٹھنے والوں کے درمیان صلح کروانا، کیونکہ آپس کا فساد نیکیوں کو جڑ سے کاٹ دیتا ہے۔[2]

جھگڑا کروانا ایک نہایت خطرناک اور نقصان دہ عمل ہے، جو دنیا و آخرت دونوں میں بربادی کا سبب بنتا ہے۔ عقل مند لوگ اس سے ہمیشہ دور رہتے ہیں۔ نیز جھگڑا ایک ایسی بری عادت ہے جس کی نحوست سے خیر و برکت اور رحمت رخصت ہو جاتی ہے۔ یہاں تک کہ دو مسلمانوں کے جھگڑے کے باعث شبِ قدر جیسی بابرکت رات کا تعین بھی اُمت سے چھپالیا گیا۔ جیسا کہ حضرت عبادہ بن صامت بیان کرتے ہیں کہ حضور شبِ قدر کی رات بتانے تشریف لائے تھے، مگر دو افراد کے جھگڑے کی وجہ سے فرمایا: میں تمہیں شبِ قدر بتانے آیا تھا، مگر فلاں فلاں کے جھگڑنے کی وجہ سے اس کا علم اٹھالیا گیا۔ پھر ارشاد فرمایا: اب تم اسے رمضان کے آخری عشرے کی نویں، ساتویں اور پانچویں راتوں میں تلاش کرو۔[3] مفتی احمد یار خان نعیمی رحمۃ اللہ علیہ اس حدیث کے تحت فرماتے ہیں: معلوم ہوا کہ دنیاوی جھگڑے منحوس ہیں ان کا وبال بہت ہی زیادہ ہے ان کی وجہ سے اللہ کی آتی ہوئی رحمتیں رک جاتی ہیں۔[4]

دینی نقصانات: اسلام نے ہمیشہ محبت، صلح اور بھائی چارے کی تعلیم دی ہے، جبکہ جھگڑا کروانا ان تعلیمات کے الٹ ہے۔ یہ عمل اللہ پاک کی ناراضی کا باعث بنتا ہے، کیونکہ جھگڑا فساد پھیلانے کی طرح ہے۔ اس سے حسد، نفرت اور دشمنی کے دروازے کھلتے ہیں، ایمان کی مٹھاس ختم ہو جاتی ہے، دل سخت ہو جاتا ہے اور مسلمانوں کو تکلیف پہنچانے والے روزِ قیامت سخت عذاب کے حق دار ہوں گے۔

دنیاوی نقصانات: جھگڑے کروانے سے خاندان اور رشتے تباہ ہو جاتے ہیں، ماں بیٹی، بہن بھائی اور دوست ایک دوسرے کے دشمن بن جاتے ہیں۔ جھگڑا کروانے والے معاشرے میں بدنام اور ناقابلِ اعتماد ہو جاتے ہیں، جھگڑے اور اختلافات ذہنی دباؤ، بے چینی اور معاشرتی خرابی کو جنم دیتے ہیں، جس سے معاشرے کا امن اور ترقی دونوں برباد ہو جاتے ہیں۔ درحقیقت جھگڑا دونوں فریقوں کے لیے نقصان دہ ہوتا ہے۔ جھگڑے میں انسان عقل کھو بیٹھتا ہے، عزت بھول جاتا ہے اور نوبت گالی گلوچ، بہتان، مار پیٹ بلکہ طلاق تک پہنچ جاتی ہے۔ یہ عمل نہ صرف دنیاوی نقصان بلکہ روحانی تباہی کا بھی سبب ہے۔

جھگڑے کروانے کے کئی اسباب ہوتے ہیں، جن میں نمایاں یہ ہیں: **حسد:** دوسروں کی خوشحالی اور کامیابی برداشت نہ کرنا۔ **بغض و کینہ:** دل میں نفرت اور بدخواہی رکھنا۔ **فراغت:** فارغ اور بے مقصد لوگ اکثر افواہیں پھیلا کر جھگڑے پیدا کرتے ہیں۔ **لغوی مشغولیت:** فضول باتوں میں وقت ضائع کرنا اور دوسروں کے معاملات میں مداخلت کرنا۔ **ذاتی مفاد:** کسی دشمنی یا ذاتی فائدے کے لیے اختلافات کو ہوا دینا۔ یہ تمام چیزیں معاشرتی بگاڑ، ناراضیوں اور تعلقات کے ٹوٹنے کا سبب بنتی ہیں۔

جھگڑے سے بچنے کے فائدے: جھگڑوں سے بچنے کے بے شمار فائدے ہیں۔ جو انسان صلح پسند اور امن قائم رکھنے والا ہو، وہ اللہ پاک کی رضا اور محبت حاصل کرتا ہے۔ ایسا انسان ہمیشہ دل کے سکون اور اطمینان سے رہتا ہے، معاشرے میں عزت و اعتماد کی نظر سے دیکھا جاتا ہے اور آخرت میں بڑے اجر و انعامات کا حق دار بنتا ہے۔

الغرض جھگڑا کروانا ایک ایسی بدترین برائی ہے جس سے ہر صورت بچنا چاہیے۔ ایک کامل مومن کو جھگڑے کے بجائے لوگوں کے درمیان صلح کروانا چاہیے۔ ایک پر امن، خوشحال اور مضبوط معاشرے کی تعمیر کے لیے ضروری ہے کہ ہم جھگڑا کروانے جیسی برائی سے بچیں اور لوگوں کے درمیان محبت اور اتحاد کی فضا قائم کرنے میں اپنا کردار ادا کریں۔

---

1 بخاری، 1/15، حدیث: 10 2 ابوداود، 4/365، حدیث: 4919 3 بخاری، 1/663، حدیث: 2023 4 مراٰۃ المناجیح، 3/210

Go To Index

تحریری مقابلہ

اہم نوٹ: ان صفحات میں ماہنامہ خواتین کے 42ویں تحریری مقابلے میں موصول ہونے والے 176 مضامین کی تفصیل یہ ہے:

عنوان	تعداد	عنوان	تعداد	عنوان	تعداد
حضور کی مولیٰ علی سے محبت	89	جھگڑا کروانا	40	بچوں کی موبائل سے جان کیسے چھڑائیں؟	47

مضمون بھیجنے والیوں کے نام

حضور کی مولیٰ علی سے محبت: حیدر آباد: لطیف آباد: بنت عبد الوحید خان، بنت پرویز اختر، بنت جاوید اقبال، بنت شکیل احمد۔ راولپنڈی: صدر: بنت محمد اشفاق۔ ساہیوال: طارق بن زیاد کالونی: بنت محمد طیب۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت تنویر، بنت ارشد محمود۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت محمد جمیل، بنت اعجاز احمد، بنت نصیر احمد، خوشبوئے مدینہ، بنت طارق محمود، بنت عارف حسین، بنت سائیں ملنگا، بنت یاسین، بنت وسیم علی، بنت جنید، بنت اسلم، بنت منیر احمد، بنت فیصل مجید۔ شفیع کا بھٹہ: بنت محمد نعیم، بنت ذوالفقار انور، بنت عبد المجید، بنت سعید، ہمشیرہ حضر علی، بنت ندیم جاوید، بنت محمد نواز، بنت خوشی محمد، بنت محمد جمیل، بنت محمد اصغر مغل، بنت رزاق بٹ، بنت محمد یوسف، بنت سید حسنین شاہ، بنت فضل الٰہی، بنت محمد احسن، بنت امجد پرویز، ہمشیرہ حسن کریمی۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت سماں، بنت اصغر، اخت فیصل خان، بنت ریاض، بنت محمد عنصر۔ گھوگا: بنت شہباز احمد۔ مظفر پورہ: بنت نعمان شہزاد، بنت نعیم طارق، بنت عمران، بنت عاشق، بنت محمد اجمل، بنت محمد نواز، بنت محمد طارق۔ معراج کے: بنت محمد ادریس، بنت محمد ریاض، بنت محمد جاوید، بنت محمد فرید، بنت منور حسین، بنت محمد ذوالفقار، بنت نور حسین، بنت محمد منیر، بنت محمد رفیق، بنت محمد افضل بھٹی، بنت طاہر حسین، بنت منیر حسین، بنت عبد الستار، بنت محمد ریاض۔ نندپور: بنت ہدایت اللہ، بنت محمد الیاس، ام ہانی، بنت عبد الستار مدنیہ۔ فیصل آباد: چباں: بنت ارشد محمود۔ کراچی: فیض مدینہ: بنت استخار، بنت رشید احمد، بنت محمد وزیر خان۔ فیضان رضا: بنت ندیم یوسف، ہمشیرہ عدیل یوسف۔ فیضان آمنہ: بنت رحمت علی۔ فیضان غزالی: بنت محمد علی۔ کنگرالی: بنت خلیل احمد۔ گوجر خان: بنت ظہیر احمد قاضی۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ لالہ موسیٰ: فیضان عائشہ صدیقہ: ام شجاع۔ لاہور: جوہر ٹاؤن: بنت محمد ریاض، بنت یعفور رضا۔ لاہور: گلبرگ: بنت سلطان۔ لاہور: اُمِ موسیٰ۔ ملتان: قادر پوراں: بنت محمد اسحاق۔ ملتان: نیل کوٹ: بنت غلام حسین۔ میانوالی: ڈھبہ کرسیال: بنت محمد اقبال۔ میرپور خاص: غوث جیلانی: بنت عمران۔ آسٹریلیا: ام حسان۔

جھگڑا کروانا: بہاولپور: یزمان: بنت یونس۔ حیدر آباد: لطیف آباد 8: بنت سید جاوید اقبال۔ سیالکوٹ: تلواڑہ مغلاں: بنت محمد نعیم، بنت ناصر محمود، بنت احمد رضا، بنت محمد یسین۔ شفیع کا بھٹہ: بنت عثمان علی، بنت محمد سلیم، بنت عرفان، ہمشیرہ حمزہ، بنت آصف اقبال، ہمشیرہ حنظلہ صابر، ہمشیرہ حامد، بنت طارق محمود، بنت راشد محمود، بنت محمد خالد، بنت خلیل احمد، بنت اصغر، بنت جہانگیر، بنت اعجاز احمد۔ گلبہار: بنت محمد شہباز، بنت سید ظاہر حسین، بنت سماں۔ مظفر پورہ: بنت عاشق، بنت محمد نواز۔ معراج کے: بنت محمد ریاض، بنت محمد رفیق، بنت محمد عارف، بنت لیاقت علی۔ نندپور: بنت ہدایت اللہ، ام ہانی۔ کراچی: فیض مدینہ: بنت طفیل الرحمن ہاشمی۔ فیضان رضا: بنت اسلم، بنت عمران حسین۔ گوجرانوالہ: کامونکی: بنت رمضان۔ لاہور: جوہر ٹاؤن: بنت شبیر احمد، بنت یعفور رضا، بنت محمد ریاض۔ لاہور: رائیونڈ: بنت عبد الرشید۔ نواب شاہ: بہار شریعت: بنت محمد آصف اقبال۔

بچوں کی موبائل سے جان کیسے چھڑائیں؟ پنجاب: اوکاڑہ: بنت نوید مدنیہ۔ حیدر آباد: بنت سکندر خاور۔ خوشاب: جوہر آباد: ہمشیرہ عتیق۔ ڈیرہ نواب صاحب: بنت محمد خان نانچ۔ راولپنڈی: صدر: بنت مدثر۔ ساہیوال: فتح شیر کالونی: بنت بشیر احمد۔ سیالکوٹ: اگوکی: بنت الیاس۔ تلواڑہ مغلاں: بنت

Go To Index

جاوید، بنت رزاق احمد، بنت مدثر اقبال، بنت محمد عاصم شہزاد، بنت لطیف، بنت فیصل مجید۔ **شفیع کا بھٹہ:** بنت محمد ندیم میاں، بنت شبیر حسین، ہمشیرہ حنظلہ صابر، ہمشیرہ حافظ اسامہ بن امین، بنت محمد رفیق، بنت صغیر احمد، بنت اشفاق احمد، ہمشیرہ عمر جٹ، بنت شمس پرویز، بنت ناصر علی، بنت عارف محمود۔ **گلبہار:** بنت محمد شہباز، بنت فیاض احمد، بنت سماں، بنت سید ظاہر حسین۔ **مظفر پورہ:** بنت ارشد علی خاور، بنت عاشق، بنت محمد نواز۔ **معراج کے:** بنت محمد سلیم، بنت محمد بوٹا، بنت اظہر علی، بنت محمد یونس، بنت محمد اشرف۔ **نند پور:** بنت ہدایت اللہ، ام ہانی۔ **کراچی: فیض مدینہ:** بنت عبد الوسیم بیگ۔ **واٹر پمپ: فیضان عائشہ:** بنت فاروق۔ **فیضان عطار:** بنت اسماعیل۔ **فیضان غزالی:** بنت محمد علی۔ **لاہور: جوہر ٹاؤن:** بنت یعفور رضا، بنت شبیر احمد، بنت محمد ریاض۔ **فیضان رضا:** بنت عمران حسین۔ **عرب: بحرین:** بنت مقصود۔

بچوں کی موبائل سے جان کیسے چھڑائیں؟

(اول پوزیشن) محترمہ بنت مدثر (فیضان فاطمۃ الزہراء صدر راولپنڈی)

جدید ٹیکنالوجی نے انسانی زندگی کو جدید سہولیات سے آراستہ کرنے کے ساتھ ساتھ آپس کے رابطوں کو تیز اور آسان بنا دیا ہے۔ عقلِ انسانی کی مہربانی سے ان ایجادات میں سے کئی تو انسانی زندگی کا جدا نہ ہونے والا حصہ بن گئیں۔ انہی میں سے ایک موبائل فون بھی ہے۔ ایک ہاتھ میں سما جانے والا یہ چھوٹا سا آلہ اپنے اندر کئی جہاں سموئے ہوئے ہے۔ چند دہائیوں پہلے ہاتھوں میں آتے ہی موبائل فون کو قبولیتِ عامہ ملنا شروع ہوئی اور آج نوبت یہاں تک پہنچ گئی ہے کہ بڑا ہو یا چھوٹا، بزرگ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت ہر ایک موبائل فون کے بغیر اپنی زندگی ایک حد تک نامکمل محسوس کرتا ہے۔ ایسے حالات میں بچوں سے موبائل فون چھڑوانا ایک نہایت مشکل مرحلہ ہے۔ موبائل فون سے بچوں کو مکمل طور پر روک دینے کے سبب بچے خود کو پنجرے میں قید پرندہ شمار کرنے لگتے ہیں اور ان کے ننھے دلوں میں روکنے والے کے لئے منفی جذبات جنم لینے لگتے ہیں۔ مزید یہ کہ احساسِ کمتری کا شکار ہوتے ہوئے ایسے بچے چوری چھپے دوسروں کے موبائل میں جھانکتے نظر آتے ہیں۔ لہٰذا بچوں کو موبائل فون کے استعمال سے مکمل طور پر روک دینے کے بجائے ان کے اسکرین ٹائم کو کنٹرول کرنے کی کوشش کرنا زیادہ مفید ہے۔

آیئے! اس کے لئے چند ٹپس جانتی ہیں:

1-بچوں کے اسکرین ٹائم کو فکس کر دیجئے اور اس کی پابندی کرنے کی صورت میں ان کی حوصلہ افزائی کیجئے۔

2-اسکرین کے کثرتِ استعمال کے سبب ذہنی اور جسمانی صحت پر مرتب ہونے والے منفی اثرات سے بچوں کو آگاہ کیجئے۔

3-بچوں کو موبائل فون کا متبادل (Alternate) فراہم کیجئے۔ ان کی دلچسپی کے مطابق انہیں مختلف انڈور اور آؤٹ ڈور ایکٹیویٹیز میں مشغول کیجئے۔

4-بچوں کے ساتھ کوالٹی ٹائم گزاریئے۔

5-جس قدر ممکن ہو بچوں کے سامنے خود بھی موبائل فون استعمال کرنے سے گریز کیجئے۔

6-بچوں کو درست اور غلط کی تمیز سکھایئے تاکہ وہ موبائل فون کا مثبت استعمال سیکھ سکیں۔ بچوں کے اسکرین ٹائم کے دوران غیر محسوس طریقے سے ان کی نگہبانی کرتے رہیے تاکہ بچوں کو بے جا پابندی کا احساس نہ ہو اور آپ ان کی اسکرین ایکٹیویٹی سے آگاہ بھی رہ سکیں۔

7-موبائل کے مختلف فیچرز جیسے اسکرین لاک، پیرنٹل کنٹرول، ڈیجیٹل ویل بینگ وغیرہ کا استعمال بھی مفید ہے۔

8-الحمدُ للہ دعوتِ اسلامی مختلف ایپس، کارٹونز اور کلپس کے ذریعے بچوں کی اسلامی تربیت کے لئے کوشاں ہے۔ اپنے بچوں کو صرف اور صرف کڈز مدنی چینل دکھایئے تاکہ بچے قوم وملت کے بہترین معمار بن سکیں۔

اللہ پاک ہمیں اور ہماری نسلوں کو جدید دور کے فتنوں سے محفوظ رکھے۔ اٰمین بِجاہِ النّبیِّ الْاَمین صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم

قبلتین

ہجرت کے بعد مسلمان مدینے شریف میں بیتُ المقدس کی طرف منہ کر کے نماز پڑھتے تھے۔ قبلہ کی تبدیلی کا حکم مدینے شریف کی مسجدِ قبلتین میں ہجرت کے 17ویں مہینے 15 رجب المرجب 2ھ (جنوری 624ء) بروز شنبہ (یعنی ہفتے کے روز) پیش آیا۔ پیارے آقا صلی اللہ علیہ والہ وسلم نے یہاں پر ابھی ظہر کی دو رکعت ادا فرمائی تھیں کہ تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہو گیا۔ بقیہ دو رکعت بیتُ اللہ شریف کی طرف منہ کر کے ادا فرمائیں۔ اس وجہ سے اس کا نام مسجدِ قبلتین (یعنی دو قبلوں والی مسجد) ہوا۔ یہ سارا واقعہ قرآنِ کریم کی سورۂ بقرہ کی آیت نمبر 144 میں بیان ہوا ہے۔ مزید تفصیلات کے لئے تفسیر صراط الجنان اور تفسیر خزائن العرفان وغیرہ کا مطالعہ مفید رہے گا۔

یہاں اس صفحے میں مسجدِ قبلتین، مسجدِ قدس اور بیت اللہ شریف کے درمیان ہوائی فاصلوں، زاویوں اور دیگر چیزوں کی معلومات پیشِ خدمت ہیں:

مسجدِ قبلتین

عرض	24:29:03N
طول	39:34:44E
سطحِ سمندر سے بلندی	1992فٹ

مسجدِ قدس

عرض	31:46:35N
طول	35:14:09E
سطحِ سمندر سے بلندی	2408فٹ

بیتُ اللہ

عرض	21:25:21N
طول	39:49:34E
سطحِ سمندر سے بلندی	947فٹ

مسجدِ قبلتین سے قبلۂ اول کی سمت:

نقطۂ مغرب سے مائل بہ شمال 63 ڈگری (360 ڈگری والے کمپاس سے 333 ڈگری)

ہوائی فاصلہ:

مسجدِ قبلتین و بیتُ المقدس کے درمیان ہوائی فاصلہ 914 کلو میٹر ہے۔

مسجدِ قبلتین سے بیتُ اللہ کی سمت:

نقطۂ جنوب سے مائل بہ مشرق 4 ڈگری (360 ڈگری والے کمپاس سے 176 ڈگری)

ہوائی فاصلہ:

مسجدِ قبلتین و بیتُ اللہ کے درمیان ہوائی فاصلہ 340 کلو میٹر ہے۔

بیتُ اللہ و بیتُ المقدس کے درمیان ہوائی فاصلہ 1235 کلو میٹر ہے۔

مسجدِ قبلتین میں تحویلِ قبلہ کے وقت انحراف:

157 ڈگری مائل بہ مغرب (333-176=157)

عوامی خیال یہ ہے کہ مسجدِ قبلتین سے قبلۂ اول کے مقابلے میں بیتُ اللہ کے لئے بالکل الٹ یعنی 180 ڈگری انحراف کرنا ہو گا حالانکہ ایسا نہیں۔ درست یہ ہے کہ 180 سے 23 ڈگری کم یعنی 157 ڈگری انحراف ہو گا۔

Go To Index

درسِ نظامی (عالمہ) کورس کا تعارف

(اس سلسلے میں ہر ماہ اس شعبے سے متعلق مفید معلومات بیان کی جاتی ہیں۔)

علمِ دین کا حصول بے شک بہت بڑی سعادت اور افضل عبادت ہے، کیونکہ ایک روایت کے مطابق: جو علم کی تلاش میں کسی راستے پر چلتا ہے، اللہ پاک اس کے لئے جنت کا راستہ آسان فرما دیتا ہے اور بے شک فرشتے اس کے عمل سے خوش ہو کر اس کے لئے اپنے پر بچھا دیتے ہیں اور زمین و آسمان میں رہنے والے یہاں تک کہ پانی میں مچھلیاں اس کے لئے استغفار کرتی ہیں۔[1]

عالمہ کورس کی اہمیت بہت زیادہ ہے، خاص طور پر ان کے لیے جو دین کی گہری سمجھ، تبلیغ، تدریس میں دلچسپی رکھتی ہیں۔

درسِ نظامی کورس ایک روایتی اسلامی تعلیمی نظام ہے۔ اس کی اہمیت کئی پہلوؤں سے ہے، جن میں دینی، علمی، فکری اور معاشرتی پہلو شامل ہیں۔

درسِ نظامی وہ مبارک نصاب ہے جو صرف تعلیم نہیں بلکہ دین کی اصل روح اور اس کی عملی تطبیق سکھاتا ہے۔ اس کے ذریعے طالبِ علم عربی گرامر، یعنی نحو و صرف اور ادب کے وہ اصول سیکھتا ہے جن کی بدولت قرآن و حدیث کو اصل زبان میں سمجھنا ممکن ہوتا ہے۔ اس نصاب میں شامل مضامین مثلاً: منطق اور اصولِ فقہ ذہن کو منظم، دلیل کو مضبوط اور فکر کو استدلالی بناتے ہیں۔ ساتھ ہی اس میں اخلاقیات، تزکیۂ نفس اور روحانیت پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے، جو شخصیت کو نکھار کر اسے تقویٰ، صبر، اخلاص اور حسنِ اخلاق سے آراستہ کرتے ہیں۔ بلا شبہ درسِ نظامی صرف ایک مضمون نہیں بلکہ کئی علوم کا حسین مجموعہ ہے۔ یہ وہ علم ہے جو صرف کتابوں تک محدود نہیں رہتا بلکہ انسان کے کردار، گفتار اور عمل میں جھلکتا ہے۔

یہی وجہ ہے کہ درسِ نظامی کرنے والیاں نہ صرف دین کی محافظ بنتی ہیں بلکہ اسلام کی دعوت کو سمجھ، حکمت اور اخلاص کے ساتھ عام کرنے کی صلاحیت رکھتی ہیں۔ یہ نصاب یہ بھی سکھاتا ہے کہ علم کا اصل مقصد صرف جاننا نہیں بلکہ اسے عمل اور خدمت کے ذریعے ظاہر کرنا ہے۔

الحمدُ للہ! فیضان آن لائن اکیڈمی گرلز کنز المدارس بورڈ سے الحاق شدہ ہے، لہٰذا درس نظامی کرنے والی طالبات کنز المدارس بورڈ کے تحت امتحانات دیتے ہوئے MA Islamiyah کی ڈگری بھی حاصل کر سکتی ہیں۔

درسِ نظامی کورس مکمل کرنے کے بعد فارغ التحصیل طالبات دینِ اسلام کی ترویج و اشاعت میں مؤثر کردار ادا کرنے کے قابل ہو جاتی ہیں۔ یہ کورس انہیں اس لائق بناتا ہے کہ وہ علمِ دین کو عام کرنے والی معلمات، مربیات اور داعیات بن سکیں، نیز آنے والی نسلوں تک قرآن و سنت کا نور منتقل کرنے کا ذریعہ بنیں۔

یہ کورس ہر اُس اسلامی بہن کے لیے موزوں ہے جو دین سیکھنے کا جذبہ اور طلبِ علم کا شوق رکھتی ہو۔

اہلیت کی بنیادی شرائط: ☆ کم از کم مڈل پاس ہو۔ ☆ اسلامی تعلیم سے دلچسپی رکھتی ہو۔ ☆ پڑھنے اور سمجھنے کی صلاحیت رکھتی ہو۔ ☆ اخلاق و آداب کی پاسداری کا جذبہ ہو۔ ☆ دین کو سیکھ کر عمل اور دعوت کا عزم رکھتی ہو۔

ایڈمیشن کے لئے رابطہ نمبر: 03139292992

[1] ابن ماجہ، 1/146، حدیث: 223

Go To Index

اسلامی بہنوں کے دینی کاموں کا اجمالی جائزہ

اکتوبر 2025/ ربیع الثانی 1447ھ کے دینی کاموں کی کارکردگی

دینی کام		نیشنل	انٹرنیشنل	ٹوٹل
منسلک اسلامی بہنیں		1083310	78203	1161513
ہفتہ وار سنتوں بھرے اجتماعات	تعداد اجتماعات	11575	1499	13074
	شرکائے اجتماعات	434488	31930	466418
مدرسۃ المدینہ (بالغات)	مدارس المدینہ کی تعداد	13696	1566	15262
	پڑھنے والیاں	116712	10223	126935
ہفتہ وار رسالہ پڑھنے / سننے والیاں		795085	29543	824628
مدنی مذاکرہ سننے والیاں		157801	12995	170796
روزانہ گھر درس دینے / سننے والیاں		121482	7243	128725
وصول ہونے والے نیک اعمال کے رسائل		119906	10389	130295
ہفتہ وار علاقائی دورہ (شرکائے علاقائی دورہ)		38182	2564	40746

اکتوبر 2025 میں اسلامی بہنوں کے 13 شعبہ جات میں ہونے والے کورسز و سیشنز کی مجموعی کارکردگی

	مقامات	شرکا
مدنی کورسز / سیشنز	35808	313225

45واں تحریری مقابلہ عنوانات برائے مارچ 2026

1. حضور کی فرشتوں سے محبت
2. رات دیر تک جاگنے کے نقصانات
3. مغربی تہذیب کی اندھی تقلید کے نتائج

مضمون بھیجنے کی آخری تاریخ 20 دسمبر 2025

مزید تفصیلات کے لئے اس نمبر پر رابطہ کریں صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

Go To Index

فیضانِ صحابیات بحریہ ٹاؤن راولپنڈی

الحمدُ للہ امیرِ اہلِ سنت دامت برکاتہم العالیہ کی نگاہِ عنایت سے دعوتِ اسلامی کے تحت اسلامی بہنوں کا عظیم الشان مدنی مرکز **فیضانِ صحابیات مکان نمبر 848، پہلی منزل، گلی نمبر 30، سیکٹر F-8، نزد گرڈ اسٹیشن فیز 8 بحریہ ٹاؤن راولپنڈی** کا سنگِ بنیاد 23 ستمبر کو رکھا گیا اور افتتاح بھی 23 ستمبر کو رکن عالمی مجلسِ مشاورت اور پاکستان مجلسِ مشاورت نگران اسلامی بہن کے دستِ مبارک سے ہوا۔

فیضانِ صحابیات بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں ہونے والے دینی کام

- الحمدُ للہ فیضانِ صحابیات بحریہ ٹاؤن راولپنڈی میں رہائشی کورسز اور مدنی مشوروں کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ اس کے علاوہ وقتاً فوقتاً شارٹ کورسز بھی کروائے جاتے ہیں۔
- روزانہ شام 5 تا 7 بجے (چھوٹی بچیوں کو قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے لئے) گلی گلی مدرسۃ المدینہ لگایا جاتا ہے۔
- روزانہ شام 5 تا 7 بجے مدرسۃ المدینہ بالغات بھی لگتا ہے جس میں تربیت یافتہ اسلامی بہنیں بڑی اسلامی بہنوں کو درست قواعد و مخارج کے ساتھ قرآنِ پاک کی تعلیم دینے کے ساتھ ساتھ ان کی شرعی، اخلاقی اور تنظیمی تربیت بھی کرتی ہیں۔
- بروز جمعہ شام 4 بجے اسلامی بہنوں کا ہفتہ وار سنتوں بھرا اجتماع ہوتا ہے جس میں شریک اسلامی بہنوں کو اہم دینی معلومات کا خزانہ نصیب ہوتا ہے۔

ib.darulsunnahpak@dawateislami.net

اپنے تاثرات (Feedback)، مشورے اور تجاویز نیچے دیئے گئے ای میل ایڈریس اور (صرف تحریراً) واٹس ایپ نمبر پر بھیجئے:
mahnamahkhawateen@dawateislami.net صرف اسلامی بہنیں: +923486422931

پیش کش: شعبہ ماہنامہ خواتین، مجلس ماہنامہ فیضانِ مدینہ دعوتِ اسلامی